رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷
Regd No. P 67

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

بدر

ہفت روزہ — قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے
ششماہی ۵۰ — ۳ روپے
ممالک غیر ۵۰ — ۷ روپے
فی پرچہ ۲ آنے پیسے

جلد ۱۰ | ۲۲ احسان ۱۳۴۰ ہش ۸ محرم ۱۳۸۱ھ ۲۲ جون ۱۹۶۱ء | نمبر ۲۵

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۷ ارجون۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ ۱۲ جون کو بذریعہ موٹر کار نخلہ تشریف لے گئے۔ کار میں کور کا انتظام تھا۔ اور مورخہ ۱۵ جون کو ۴ ½ بجے صبح حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بذریعہ موٹر کار نخلہ سے ربوہ واپس تشریف لے آئے۔ سفر میں طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی رہی۔

حضور کی صحت کے متعلق اخبار الفضل مورخہ ۱۸ جون میں شائع شدہ آٹھ نو بجے صبح کی رپورٹ مظہر ہے کہ اس وقت حضور کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔

قادیان۔ ۲۰ جون۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ ربہ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ الحمد للہ

نامہ از مجاہد گیمبیا

اخوتِ اسلامی کے ایمان افزا نظارے

محترم چوہدری محمد شریف صاحب کو بطور مجاہد ممالکِ اسلامیہ فلسطین (اسرائیل) میں قریباً بیس سال تک ... کا موقعہ ملا۔ اب آپ علاقہ گیمبیا (مغربی افریقہ) میں جہاں پہلے احمدیہ مشن ... مشن جاری کرنے کے لئے سفر ہو رہے ہیں۔ آپ کو احباب کرام نے ربوہ میں ۱۲ فروری کو الوداع کہا۔ اس سفر کے کوائف جو بہت ایمان افزا ہیں ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

۱۹ فروری کو کراچی سے بذریعہ طیارہ روانہ ہوکر اسی روز بیروت (لبنان) پہنچا۔ جہاز خراب ہو جانے کے باعث پھر کراچی واپس آکر دوبارہ روانہ ہونے کے باعث چار گھنٹے تاخیر سے پہنچا۔ احباب جماعت استقبال کے لئے انتظار میں رہے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ بیروت پہنچ کر وہاں کے احباب سے ملاقات ہوئی۔ ایک عزیز ترین دوست عمان (اردن) سے بھی میری اطلاع کے مطابق شام میں ملاقات کے لئے آ گئے۔ ایسی مسرت ہوئی گویا میں اپنے وطن میں آیا ہوں اور واقعی وطن تھا۔ کیونکہ سسرال کا ملک تھا۔ جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی اہلیہ محترمہ کے نانا الحاج محمد رزق سے بھی ملاقات ہوگئی۔ جن کی یہ دعا تھی کہ یا الٰہی جب تک چوہدری محمد شریف صاحب سے اس دنیا میں دوبارہ ملاقات نہ ہو جائے مجھے وفات نہ دینا۔ اللہ اکبر! کتنا اخلاص اور کتنی قلبی محبت ہے۔ اور فاصبحتم بنعمتہ اخواناً کا منظر ہے۔ گو موصوف مجھے بوجہ بہت معمر ہو جانے کے پہچان نہ سکے۔ مگر جب ان کی اہلیہ محترمہ نے بتلایا کہ "الاستاذ محمد شریف" تو انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا اور بڑی محبت سے بوسہ دیا۔ اور حالات دریافت کئے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء و حق جمیع امنیاتہ وبارک فیہ وفی اولادہ اجمعین۔ آمین۔ محترم منیر الحصنی صاحب، الحاج عبد الرؤف صاحب اور رشدی البسطی صاحب سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے تک ایسی محبت اور شوق اور تپاک سے ملے جس کی نظیر اس دنیا میں کم ہی ملے گی۔ اور قلم اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ فالحمد للہ وجزاہم اللہ احسن الجزاء و تبارک اللہ احسن الخالقین۔ ان سب کی دعوتیں کھائیں اور ملاقاتیں کیں۔ سب ایک دوسرے سے دریافت کرتے تھے کہ کیا یہ خواب ہے یا حقیقت؟ کون جانتا تھا کہ چودہ سال کا بچھڑا ہوا محمد شریف پھر بھی کبھی اس دنیا میں مل سکتا ہے؟ ہمارے خدا تعالیٰ کی قدرتیں بے پایاں اور کام عجیب ہیں۔ ناممکن کو ممکن ... دکھاتا ہے۔

تین دن قیام کرکے بیروت سے بذریعہ جہاز روانہ ہوا۔ ڈیڑھ دن روم (اٹلی) میں ٹھہرا۔ اور پہلے مسیح کے حواریوں کا شہر دیکھا بعد ازاں لیگوس (مغربی افریقہ) ۲۶ فروری کو پہنچا جہاں ایک ہفتہ کے قیام میں وہاں کے گورنر جنرل اور چیف دیکھے۔ خدا تعالیٰ کی بادشاہت کے عجیب نمونے دیکھے۔ لیگوس کے راستہ میں مجھے خیال آیا کہ حضرت مسیح ناصری کے حواری تو روم میں فلسطین سے پہنچے تھے اور حضرت مسیح محمدی کے حواری روم سے بھی دگنی تگنی دور جگہ لیگوس اور مغربی افریقہ کے دیگر بہت سے مقامات پر پہنچے اور مسیح ناصری کے حواریوں سے بھی جلد ہی آگے نکل گئے۔ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب نیر رضی اللہ عنہ کی ذات سامنے آگئی۔ اور خود بخود دل سے ان کے لئے دعا نکلی۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم برحمتہ و فضلہ۔

وہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز اکرا (گولڈ کوسٹ) پہنچا اور دو تین دن وہاں سے برادرم مولوی نذیر احمد صاحب مبشر انچارج مشن کی ملاقات اور مشن سالٹ پانڈ کی زیارت اور وہاں کا طریقۂ کار دیکھنے کے لئے سالٹ پانڈ پہنچا دو دن قیام کیا۔ ان سے خوش و خرم اور ان کی محبت کے نمونے دیکھ کر دوبارہ اکرا واپس آکر برادران مبشر صاحب، قریشی نیر و محی الدین صاحب اور قریشی مقبول احمد کی دعاؤں کے ساتھ روانہ ہوکر ابی جان (آئیوری کوسٹ)، رابرٹس فیلڈ (لائبیریا) اور فری ٹاؤن (سیرالیون) میں اترتا ہوا اپنی منزل مقررہ بمقام باتھرسٹ جو کہ گیمبیا کا دار الخلافہ ہے۔ ۱ مارچ کو بفضلہ تعالیٰ بخیریت پہنچ گیا۔ نو احمدی گویا انسان نما فرشتے بیس کی تعداد میں اپنے شہر سے بیس میل دور ہوائی اڈہ پر استقبال کے لئے موجود تھے۔ میرا دل بہت خائف تھا کہ یہاں نئے مقام پر بڑی مشکل ہوگی۔ نہ کوئی واقف ہوگا نہ ... زبان۔ خدا جانے کیا بنے گا ... انزلنی منزلاً مبارکاً وانت خیر المنزلین کی دعا پڑھتا رہا۔ اب تک جب میں نے اس قدر مخلص دیکھے اور انہوں نے شاندار استقبال کیا اور اپنے شہر میں لائے اور اپنے سارے شہر میں جلوس ترانۂ توحید (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے چکر لگائے۔ تو میرا دل سجدہ میں گر گیا۔ اور جہاں دلکش منظر تھا جس ... سے میری روح وجد میں آ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ سے میں نے ایک نیا عہد باندھا۔

اگرچہ ہمارے بھائی اٹھارہ بیس ہی تھے۔ مگر عید الفطر پر اللہ تعالیٰ نے عید میں شمولیت کیلئے پانچ چھ صد احمدی بھیج دیئے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

کردن کیونکر ادائیں شکر باری
میرے سر پر ہے اسکی منت جاری

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ یہاں آنے سے پہلے اپنی خاص قدرت اور فضل سے مدینۃ المسیح کی زیارت میسر فرمائی۔ احباب کرام سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے خاص خدمات کی توفیق عطا کرے۔ میں نے اس کے لئے اپنا وطن، بہن بھائی، عزیز و اقارب اور سب زبان اور غریب الوطن بیوی اور بچوں کو چھوڑا ہے۔ اور رضائے الٰہی کی خاطر چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول کرے۔ ان کی قربانی میرے کام آئے۔ اور مجھے یہاں کامیابی عطا ہو۔ اور ان کو وہاں راحت اور خوشیاں پہنچیں۔

ایک عالم کی قبولِ احمدیت

محترم چوہدری محمد شریف صاحب موصوف اپنے مکتوب مورخہ ۷ جون میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ یہاں عید الاضحیٰ ۲۵ مئی کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر دو خوشیاں دکھلائیں۔ ایک تو نمبر کی خوشی۔ حاضری نصف ... سے کم نہ تھی ... ایک گھنٹہ خطبہ پڑھنے کا موقعہ ملا۔ ... نے صلِّ علیٰ دسوند پڑھا۔ سارے شہر میں شہرت ہوئی۔ اور لوگوں نے علی الاعلان اعتراف کیا کہ حقیقی اسلام احمدیت ہی پیش کرتی ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دوسری خوشی اللہ تعالیٰ نے یہ دکھلائی کہ عید کی شام کو علاقہ گیمبیا کے ربانی علماء میں

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲۲ جون ۱۹۶۱ء

حجرِ اسود کے متعلق اعتراض کا مدلل جواب

اسلام کی تعلیمات ایسی واضح ، سادہ سہل الفہم اور پُر اثر ہیں کہ باوجود اس کے کہ سوائے جماعت احمدیہ کے عامۃ المسلمین تبلیغ جیسے اہم فریضہ سے نہایت درجہ غافل ہیں اپنی ذاتی خوبیوں کے اعتبار سے اندر ہی اندر کئی سعید روحیں اس پیارے مذہب سے متاثر ہوتی چلی جاتی ہیں ۔ اسلام کی یہ ایک ایسی نمایاں خوبی ہے کہ معقولی رنگ میں اس کا مقابلہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے ممکن نہیں ۔ مگر اسلام کے خلاف اپنی کوششوں کو کامیاب بنانے کے لئے اُن کا بڑا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ عامۃ الناس میں اسلام کی تعلیمات کو بگاڑ کر پیش کرتے رہیں ۔ تا سادہ لوح ان کی ان باتوں کو سن کر اسلام سے متنفر ہو جائیں ۔ چنانچہ شمالی ہند میں شائع ہونے والا آریہ سماجی اخبار "پرتاپ" ان دنوں اسی حربے کو استعمال کر رہا ہے ۔ کوئی ہفتہ شاذ و نادر ہی ایسا گذرتا ہے جب اس میں اسلام کے متعلق ایسی غیر معقول باتوں کی اشاعت نہ ہو ۔ حالانکہ ان اعتراضات میں سے بیشتر ایسے ہوتے ہیں جن کے متعدد بار معقول جواب دیئے جا چکے ہوتے ہیں مگر چونکہ مضمون نگار کی غرض کچھ اور ہوتی ہے ۔ اس لئے مدلل جوابات سے آنکھ بند کرتے ہوئے اپنی بات دہراتے چلے جاتے ہیں ۔ حجرِ اسود کے متعلق اخبار پرتاپ کی ایک حالیہ اشاعت مورخہ ۱۸ جون میں "اسلام اور بت پرستی" کے عنوان سے ایک مضمون میں اعتراض کئے گئے ہیں ۔ حالانکہ اس سے ۵۰ سال قبل خود آریہ سماج ہی کی طرف سے بالکل یہی اعتراض کیا گیا تو اُسی زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود و بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی کتاب "چشمۂ معرفت" میں اس کا مدلل جواب تحریر فرمایا ۔ اگرچہ مضمون نگار کی غرض ایسے اعتراض بار بار دہرانے سے محض نفرت پیدا کرنا ہوتی ہے مگر ایسے مضامین کو پڑھنے والوں میں سے بعض سنجیدہ مزاج لوگ حقیقت الامر کی جستجو بھی رکھتے ہیں ۔ اس لئے ذیل میں ہم حجرِ اسود سے متعلق اعتراضات اور اُن کے جواب کو حضور علیہ السلام ہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں ۔ اور ہر طالب حق سے اس بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے کی درخواست کرتے ہیں ۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ آریہ سماجیوں کے دیگر اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

" مضمون پڑھنے والے نے اس اعتراض کے ساتھ یہ اعتراض بھی جڑ دیا ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں حجرِ اسود ایک ایسا پتھر ہے جو آسمان سے گرا تھا معلوم نہیں کہ اس اعتراض سے اس کو کیا فائدہ ہے ۔ استعارہ کے رنگ میں بعض یہ روایتیں ہیں کہ وہ بہشتی پتھر ہے مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بہشت میں کوئی پتھر نہیں ہے ۔ بہشت ایسا مقام ہے کہ اس کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی اور اس دنیا کی کوئی چیز بھی بہشت میں نہیں ہے ۔ بلکہ بہشتی نعمتیں ایسی نعمتیں ہیں کہ جو نہ کبھی آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں ۔ اور نہ دل میں گذریں ۔ اور خانہ کعبہ کا پتھر یعنی حجر اسود ایک روحانی امر کے لئے نمونہ قائم کیا گیا ہے*۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو نہ خانہ کعبہ بناتا اور نہ اس میں حجرِ اسود رکھتا ۔ لیکن چونکہ اس کی عادت ہے کہ روحانی امور کے مقابل پر جسمانی امور بھی نمونہ کے طور پر پیدا کر دیتا ہے تا وہ روحانی امور پر دلالت کریں ۔ اسی عادت کے مطابق خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی گئی ۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے ۔ اور عبادت دو قسم کی ہے ۔ (۱) ایک تذلل اور انکسار (۲) دوسری محبت اور ایثار ۔ تذلل اور انکسار کے لئے اُس نماز کا حکم ہوا جو جسمانی رنگ میں انسان کے ہر ایک عضو کو خشوع اور خضوع کی حالت میں ڈالتی ہے ۔ یہاں تک کہ دلی سجدہ کے مقابل پر اُس نماز میں جسم کا سجدہ رکھا گیا تا جسم اور روح دونوں اس عبادت میں شامل ہوں ۔ اور واضح ہو کہ جسم کا سجدہ بیکار اور لغو نہیں ۔ اول تو یہ امر مسلم ہے کہ خدا جیسا کہ روح کا پیدا کرنے والا ہے ایسا ہی وہ جسم کا بھی پیدا کرنے والا ہے اور دونوں پر اس کا حق خالقیت ہے ماسوا اس کے جسم اور روح ایک دوسرے کی تاثیر قبول کرتے ہیں بعض وقت جسم کا سجدہ روح کے سجدہ کا محرک ہو جاتا ہے ۔ اور بعض وقت روح کا سجدہ جسم میں سجدہ کی حالت پیدا کر دیتا ہے ۔ کیونکہ جسم اور روح دونوں باہم مرایا متقابلہ کی طرح ہیں ۔ مثلاً ایک شخص جب محض تکلف سے اپنے جسم میں ہنسنے کی صورت بناتا ہے تو بسا اوقات وہ سچی ہنسی بھی آجاتی ہے کہ جو روح کے انبساط سے متعلق ہے ۔ ایسا ہی جب ایک شخص تکلف سے اپنے جسم میں یعنی آنکھوں میں ایک رونے کی صورت بناتا ہے تو بسا اوقات حقیقت میں رونا ہی آجاتا ہے جو روح کی درد اور رقت سے متعلق ہے ۔ پس جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ عبادت کی اس قسم میں جو تذلل و انکسار ہے جسمانی افعال کا روح پر اثر پڑتا ہے ۔ اور روحانی افعال کا جسم پر اثر پڑتا ہے پس ایسا ہی عبادت کی دوسری قسم میں بھی جو محبت اور ایثار ہے انہیں تاثیرات کا جسم اور روح میں عوض معاوضہ ہے ۔ محبت کے عالم میں انسانی روح ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی ہے ۔ اور اس کے آستانہ کو بوسہ دیتی ہے ۔ ایسا ہی خانہ کعبہ جسمانی طور پر محبانِ صادق کے لئے ایک نمونہ دیا گیا ہے ۔ اور خدا نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرا گھر ہے ۔ اور یہ حجرِ اسود میرے آستانہ کا پتھر ہے*۲ ۔ اور ایسا حکم اس لئے دیا کہ تا انسان جسمانی طور پر اپنے ولولۂ عشق اور محبت کو ظاہر کرے ۔ سو حج کرنے والے حج کے مقام میں جسمانی طور پر اس گھر کے گرد گھومتے ہیں ۔ ایسی صورتیں بنا کر کہ گویا خدا کی محبت میں دیوانہ اور مست ہیں ۔ زینت دور کر دیتے ہیں ۔ سر منڈوا دیتے ہیں ۔ اور مجذوبوں کی شکل بنا کر اس کے گھر کے گرد عاشقانہ طواف کرتے ہیں ۔ اور اس پتھر کو خدا کے آستانہ کا پتھر تصور کر کے بوسہ دیتے ہیں ۔ اور یہ جسمانی ولولہ روحانی تپش اور محبت کو پیدا کر دیتا ہے ۔ اور جسم اس کے گرد طواف کرتا ہے اور سنگ آستانہ کو چومتا ہے ۔ اور روح اُس وقت محبوب حقیقی کے گرد طواف کرتی ہے ۔ اور اس کے روحانی آستانہ کو چومتی ہے اور اس طریق میں کوئی شرک نہیں ایک دوست ایک دوست جانی کا خط پا کر بھی اس کو چومتا ہے ۔ کوئی مسلمان خانہ کعبہ کی پرستش نہیں کرتا ۔ اور نہ حجرِ اسود سے مرادیں مانگتا ہے بلکہ صرف خدا کا قرار دادہ ایک جسمانی نمونہ سمجھا جاتا ہے و بس ۔ جس طرح ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں مگر وہ سجدہ زمین کے لئے نہیں ایسا ہی ہم حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہیں ۔ مگر وہ بوسہ اس پتھر کے لئے نہیں پتھر تو پتھر ہے ۔ جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان ۔ مگر اُس محبوب کے ہاتھ کا ہے جس کو اُس نے اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھیرایا "

(چشمۂ معرفت از صفحہ ۹۱ تا ۹۳)

* نوٹ : خدا تعالیٰ نے شریعت اسلام میں بہت سے ضروری احکام کے لئے نمونے قائم کئے ہیں چنانچہ انسان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اور اپنے تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو ۔ پس ظاہری قربانیاں اسی حالت کے لئے نمونہ ٹھہرائی گئی ہیں ...

*۲ نوٹ : خدا کا آستانہ مصدر فیوض ہے یعنی اُسی کے آستانہ پر ایک فیض ملتا ہے پس اسی کیلئے معبرین لکھتے ہیں کہ اگر کوئی خواب میں حجرِ اسود کو بوسہ دے تو علوم روحانیہ اُس کو حاصل ہوتے ہیں کیونکہ حجرِ اسود سے مراد منبع علم و فیوض کر رکھ دیئے گئے ہیں ۔ لیکن اصل غرض یہی قربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن ینال اللّٰہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا ۔ اور نہ خون پہنچتا ہے مگر تمہاری تقویٰ اس کو پہنچتی ہے یعنی اس سے اتنا ڈرو کہ گویا اس کی راہ میں مر ہی جاؤ ۔ اور جیسے تم اپنے ہاتھ سے قربانیاں ذبح کرتے ہو اسی طرح تم بھی خدا کی راہ میں ذبح ہو جاؤ ۔ جب کوئی تقویٰ اس درجہ سے کم ہے تو ابھی وہ ناقص ہے ۔ منہ

امتحانات میں کامیابی اور درخواستہائے دعا

(۱) میری بچی عزیزہ حلیمہ بشریٰ امسال پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میٹرک میں شریک ہوئی ۔ الحمد للہ کہ عزیزہ اچھے نمبر ... کامیاب ہو گئی ۔ عزیزہ کے ساتھ ہمارے درویش بھائی مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب کی بچی عزیزہ امۃ اللطیف نے بھی اس امتحان میں کامیابی حاصل کی ۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہر دو بچیوں کی اس کامیابی کو اُن کی آئندہ زندگی کے لئے برکت کا موجب بنائے ۔ آمین ۔

خاکسار محمد حفیظ بقاپوری ایڈیٹر بدر

(۲) خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا چھوٹا لڑکا عزیز محمد اسحٰق تنویر امسال عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن سے بی ۔ اے کے امتحان میں بدرجہ اول کامیاب ہوا ہے ۔ اور اپنے مضامین دیگر تمام طلبا سے پہلا مقام حاصل کیا ہے ۔ بزرگان سلسلہ اور احباب جماعت سے درخواست ہے کہ عزیز کی اس کامیابی کے موجب خیر و برکت ہونے اور عزیز کی دینی و دنیوی ترقیات کا پیش خیمہ بننے کیلئے دعا فرمائیں ۔ اللہ تعالیٰ عزیز کو ...

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کی طرف جھکو اور اُسی پر توکل کرو کہ تمہاری تمام مشکلات کا یہی واحد علاج ہے

تم خدا تعالیٰ سے اُس کا فضل اور رحم طلب کرو اور اس سے سچا تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۸ر جولائی ۱۹۵۲ء۔ بمقام ربوہ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
شاید ۱۹۱۳ء کی بات ہے جبکہ میں شملہ گیا ہوا تھا۔ وہاں میں نے

ایک رؤیا دیکھا

کہ گویا مجھے کسی کام پر مقرر کیا گیا ہے۔ یہ مجھے یاد نہیں رہا کہ آیا اللہ تعالیٰ نے وہ کام میرے سپرد کیا تھا یا اس کے کسی فرشتے نے اس کام پر مجھے مقرر کیا۔ ممکن ہے اُس وقت یہ چیز میرے ذہن میں ہو مگر اس وقت نہیں۔ بہرحال کسی بالا ہستی نے میرے سپرد ایک کام کیا اور اس کام کے روانہ ہونے کے وقت مجھے یہ نصیحت کی کہ جس کام کے لئے تمہیں بھجوایا جا رہا ہے اس کے رستہ میں تمہیں بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ چاروں طرف سے تمہیں ڈرانے اور دھمکانے کی کوشش کی جائے گی۔ اور لوگ تمہیں تمہارے اصل مقصد سے غافل رکھنے کی کوشش کریں گے۔ مگر تم ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرنا اور سیدھے چلتے چلے جانا۔ پھر یہ بھی کہا کہ تمہاری توجہ کو پھرانے کے لئے یہ مشکلات کئی شکلوں میں آئیں گی کبھی وہ غیر مرئی ہوں گی اور کبھی مرئی ہوں گی۔ کبھی وہ ڈرانے والی شکلوں میں تمہارے سامنے آئیں گی۔ اور کبھی یونہی آوازیں سنائی دیں گی۔ مگر تم ان کی پرواہ نہ کرنا اور یہی کہتے چلے جانا کہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

چنانچہ میں اس کام کے لئے روانہ ہو گیا ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ ایک بھاری جنگل رستہ میں آگیا اور ایک دشوار گذار پہاڑی رستہ سے مجھے گذرنا پڑا۔ میں ایک تنگ ڈنڈی پر جا رہا تھا کہ مجھے اپنے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے سے مختلف قسم کی آوازیں آنے لگیں اور مجھے مختلف طریق سے اپنے مقصد سے پھرانے لگیں۔ کبھی وہ مجھے دوستانہ رنگ میں بلاتی تھیں اور کبھی دشمنی کے رنگ میں بلاتی تھیں کئی دفعہ مجھے بلانے والے نظر نہیں آتے تھے اور کبھی ڈرانے والی چیزیں مجھے نظر آجاتی تھیں کبھی شیر کی شکل ہوتی تھی تو انسان کا دھڑ ہوتا تھا کبھی انسان کی شکل ہوتی تھی تو شیر کا دھڑ ہوتا تھا کبھی انسان کا منہ ہوتا تھا۔ اور گدھے کا جسم ہوتا تھا اور کبھی گدھے کا منہ ہوتا تھا اور انسان کا جسم ہوتا تھا کبھی خالی سر پھرتے نظر آتے تھے اور کبھی خالی دھڑ باتیں کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ غرض جب چاروں طرف اسی قسم کے نظارے نظر آتے تو میں کہتا خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اور جب میں خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ کہتا تو ڈرانے والی چیزیں سب غائب ہو جاتیں اگر وہ آوازیں غیر مرئی ہوتی تھیں تو بند ہو جاتیں اگر خالی دھڑ ہوتے تو غائب ہو جاتے مگر تھوڑی دور چل کر پھر اور شکلیں ظاہر ہو جاتیں۔ لیکن جب میں پھر خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ کہتا تو وہ سب غائب ہو جاتیں پھر ایک نیا فتنہ کھڑا ہوتا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ فتنہ غائب ہو جاتا۔ پھر ایک نیا فتنہ کھڑا ہوتا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی مٹ جاتا۔ یہاں تک کہ میں سفر طے کر کے منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ یہ چالیس سال پہلے کی خواب ہے جس میں درحقیقت ان آنے والی مصیبتوں اور مشکلات کا علاج بتایا گیا تھا جو ازل سے خدا کی طرف سے جماعت احمدیہ کے لئے مقدر ہیں۔

اس خواب کے کئی پہلو

متفرق اوقات میں پورے ہو کر جماعت کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئے اور اب تک ہو رہے ہیں۔ ہماری جماعت پر اس قدر مصائب اور ابتلاء آئے اور آتے رہے کہ ہر وقت سمجھا گیا کہ یہ جماعت ختم ہو گئی ہے۔ لیکن ہر فتنہ کے بعد دنیا نے یہی دیکھا کہ احمدیت پہلے سے بھی زیادہ مضبوطی سے قائم ہے۔ آپ لوگوں نے بارہا دیکھا کہ خدا تعالیٰ نے شدید مخالفتوں کے باوجود جماعت کو بڑھایا اور جس چیز کی اس نے پہلے سے خبر دی تھی اس کو ہمیشہ پورا کیا۔ اتنے واضح نشانات دیکھنے کے بعد بھی اگر ہماری جماعت کبھی متردد ہو تو اس کو یقین دلانے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے

ہمیں بتایا گیا ہے کہ مشکلات آئیں گی اور مختلف شکلوں اور مختلف اوقات میں آئیں گی اور یہ بتایا گیا کہ اس کا یہ علاج نہیں کہ تم فساد کرنے لگ جاؤ بلکہ اس کا علاج صرف ایک ہی ہے کہ

تم خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرو

اور اس کی مدد اور اس کا فضل اور رحم مانگو مخالفین کے منصوبوں اور ان کی کوششوں کا یہ علاج نہیں کہ تم بھی منصوبے کرو بلکہ اس نے ان کا جو علاج مقرر کیا ہے وہ کرتے چلے جاؤ اور "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" کہتے چلے جاؤ۔ جب تم سچے دل سے یہ کہو گے کہ "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ" تو سب مشکلات دور ہو جائیں گی

یہ اتنا لمبا تجربہ شدہ نسخہ روحانی جماعتوں کا ہے کہ اس کے لئے کسی رؤیا کی ضرورت نہیں۔ گو رؤیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نشان کو تازہ کرنے کے لئے دکھایا ہے ورنہ

یہ سنت اللہ ہے

کہ جب کبھی خدا تعالیٰ کے مامورین، مصلحین اور اس کے نیک اور بزرگ بندے دنیا میں آئے تو ان کی ہمیشہ ہی مخالفت ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ۔ ہائے افسوس ان بندوں پر کہ کبھی بھی کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا کہ جس سے لوگوں نے ہنسی اور مذاق نہ کیا ہو۔ لوگ ان چیزوں اور دعووں پر جو غلط ہوتے ہیں ٹھٹھا اور مذاق نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ لوگ جھوٹ بولیں کسی کو اپنا معبود بنا لیں۔ کسی کو خدا تعالیٰ کا نام دے دیں۔ کسی کو شارع سمجھ لیں۔ ان کی مخالفت نہیں ہوتی۔ لیکن تم سچے ہو کر اس ان ہونے کا دعویٰ بھی کرو تو لوگ تمہاری مخالفت کریں گے۔ کیونکہ سچے کی ہمیشہ مخالفت ہوتی ہے اور قرآن کریم نے بتایا ہے کہ جب بھی نبیوں یا ان کے متبعین پر مصائب آئے

ان کا علاج یہی تھا

کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھکے۔ خدا تعالیٰ کی طرف انہوں نے توجہ کی اور اس سے مدد مانگی۔ آخر ایک دن خدا تعالیٰ کی مدد آئی اور وہی مخالفتیں جو لوگ کر رہے تھے ان کے لئے کھاد کا کام دے گئیں اور جماعت کے ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کا وقت آگیا۔ اسلامی تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کے ساتھ بھی ایسے بہت سے واقعات گذرے ہیں۔ مثلاً خواجہ نظام الدین صاحب اولیاءؒ کے متعلق ہی

تاریخ میں ایک واقعہ

بیان ہوا ہے کہ دہلی کے بہت سے لوگ آپ کے مرید تھے اور بعض بارسوخ لوگ بھی آپ کے مریدوں میں شامل تھے۔ بعض دشمنوں نے بادشاہ کے دل میں وسوسہ پیدا کیا کہ حضرت خواجہ نظام الدین صاحب باغی ہیں اور ایک دن آپ کے مقابلہ میں کھڑے ہو جائیں گے۔ آہستہ آہستہ بادشاہ ان کی باتوں سے متاثر ہو گیا۔ بادشاہ ان دنوں ایک مہم پر جانے والا تھا۔ وہ کہنے لگا اس مہم سے فارغ ہو جائیں تو ان کا فیصلہ کریں گے۔ چنانچہ وہ مہم پر چلا گیا۔ بعض مریدوں نے حضرت خواجہ نظام الدین صاحبؒ کے کانوں میں بھی یہ بات ڈال دی کہ بعض حاسدوں نے

آپ کے متعلق بادشاہ کے دل میں یہ شبہ ڈالا ہے کہ آپ حکومت کے باغی ہیں۔ اور اب بادشاہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ سفر سے واپس آکر آپ کو سزا دے گا۔ اس کا کوئی علاج کرنا چاہئیے اور بادشاہ کے درباریوں کو سمجھا کر اس بات پر تیار کرنا چاہیئے کہ وہ بادشاہ کو حقیقت سے آگاہ کر دیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا۔ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ ہم اس کا کیا علاج کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ سے دعا کریں۔ چونکہ مرید گھبرائے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ بار بار خواجہ صاحب کے پاس آتے اور کہتے کہ حضور اس طرف توجہ فرمائیں۔ کیونکہ بادشاہ نے کہا ہے کہ مہم سے فارغ ہونے کے بعد وہ کوئی نہ کوئی کارروائی کرے گا۔ مگر آپ یہی فرماتے رہے کہ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں خدا تعالےٰ کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ ہم صرف یہی کر سکتے ہیں کہ خدا تعالےٰ سے دعا کریں۔ آخر بادشاہ مہم سے کامیابی کے ساتھ لوٹا۔ اور جب دہلی میں خبر آئی کہ بادشاہ مہم کو سر کرنے کے بعد دہلی واپس آ رہا ہے۔ تو وہ پھر حضرت خواجہ صاحب کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے بادشاہ واپس آ رہا ہے بہتر ہے کہ اس کے منہ چڑھوں سے اس کے پاس سفارش کرائی جائے۔

حضرت خواجہ نظام الدین صاحب

نے فرمایا۔ ہنوز دلی دور است۔ ابھی دلی بہت دور ہے۔ گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ اس زمانہ میں بادشاہ پڑاؤ کرتے آتے تھے۔ جب بادشاہ کچھ فاصلہ پر اور آگے آگیا تو حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء کے مرید پھر آپ کے پاس گئے۔ اور عرض کیا بادشاہ دہلی کے اور قریب آگیا ہے آپ نے فرمایا۔ ہنوز دلی دور است۔ ابھی دلی بہت دور ہے۔ آخر وہ نصف فاصلہ طے کر آیا۔ پھر دو تہائی فاصلہ طے کر آیا۔ پھر ایک چوتھائی فاصلہ پر پہونچ گیا۔ ہر دفعہ مرید حضرت خواجہ صاحب کے پاس پہونچتے۔ لیکن آپ یہی فرماتے کہ ہنوز دلی دور است۔ ابھی دلی بہت دور ہے۔ آخر وہ دن آگیا جب بادشاہ کو شام کے قریب دہلی کے پاس پہنچنا تھا۔ اس وقت یہ قاعدہ تھا کہ بادشاہ جب سفر سے واپس لوٹتے۔ تو صدر مقام کے قریب رات کو قیام کرتے۔ اور صبح کو شہر میں جلوس کی صورت میں داخل ہوتے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی سنت تھی۔ بادشاہوں نے شہر کے باہر کچھ محلات بنائے ہوتے تھے جب کبھی سفر سے واپس لوٹتے۔ تو رات کو ان محلات میں قیام کرتے۔ تا لوگ ان کے استقبال کے لئے مناسب تیاری کر لیں۔ بادشاہ اس قاعدہ کے مطابق شہر کے باہر کچھ فاصلہ پر ٹھہر گیا۔ ولیعہد کی طرف سے بادشاہ کو

ایک پُر تکلف دعوت دی گئی

مرید حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ کے پاس آئے اور عرض کیا۔ حضور اب تو بادشاہ شہر کے بالکل قریب آگیا ہے۔ اور صبح شہر میں داخل ہو جائے گا۔ آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ ہنوز دلی دور است۔ رات کو بادشاہ کے اعزاز میں اور مہم کو کامیابی سے سر کرنے سلسلہ میں خوشی کا اظہار کرنے کے لئے جشن منایا گیا اور اس کا انتظام محل کی چھت پر کیا گیا شائد گرمی کا موسم تھا جس کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ بہرحال

بادشاہ کی مقبولیت

کی وجہ سے لوگوں نے اس قدر دعوت نامے لئے کہ چھت گر گئی۔ اور بادشاہ اس چھت کے نیچے دب کر ہلاک ہو گیا پس بعض دفعہ خدا تعالےٰ اپنا فضل اس رنگ میں بھی نازل کرتا ہے۔ لیکن کبھی وہ مخالفین کے دلوں کو ایمان سے بھر دیتا ہے۔ اور وہ ایمان لاکر متبعین میں شامل ہو جاتے ہیں جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔ یعنی جو بات بھی وہ میرے دل میں ڈالتا ہے۔ وہ ہدایت کی ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ جب آپ ایک جنگ سے واپس لوٹے تو ایک شخص جس کا بھائی ایک جنگ میں مارا گیا تھا۔ اور اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے بھائی کا بدلہ لے گا وہ آپ کے ساتھ آیا۔ اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے بھائی کے بدلہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرے گا۔ صحابہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اکیلا نہیں رہنے دیتے تھے وہ شخص کئی منزلیں آپ کے ساتھ ساتھ آیا۔ لیکن وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ہر گھڑی اس نے صحابہؓ کو آپ کی حفاظت کرتے ہوئے پایا

جب قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا

تو صحابہؓ سے کچھ غفلت ہوئی۔ انہوں نے خیال کیا کہ اب ان کا اپنا علاقہ ہے دشمنوں کا نہیں۔ اس لئے وہ باغ میں ادھر ادھر پھیل گئے اور سو گئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایک جگہ لیٹ گئے۔ اور صحابہؓ نے پہرہ کی کوئی ضرورت نہ سمجھی۔ انہیں کیا پتہ کہ دشمن چوری چوری ساتھ آیا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے تھے کہ وہ شخص آپ کے پاس آیا۔ اس نے آپ کی تلوار اٹھائی۔ اور میان سے باہر نکالی۔ اور آپ کو جگا کر کہا۔ میں فلاں شخص ہوں آپ کے ساتھیوں نے میرے بھائی کو مارا ہے۔ میں اس کا

بدلہ لینے کے لئے

آپ لوگوں کے ساتھ ساتھ آیا ہوں۔ اب بتائیں آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی گھبراہٹ کے فرمایا اللہ یعنی اللہ مجھے بچا سکتا ہے۔ بظاہر ایک لفظ تھا۔ لیکن جو یقین اور وثوق اور ایمان اس کے پیچھے تھا۔ اس نے اس پر ایسا اثر کیا۔ کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے وہ تلوار پکڑ لی۔ اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا اب تم بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔ اس نے کہا حضور ہی رحم فرمائیں۔ تو میری جان بچ سکتی ہے ورنہ نہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے میری زبان سے اللہ کا لفظ سنا اور پھر بھی نہ سمجھا کہ تمہیں اللہ ہی بچا سکتا ہے میں نہیں بچا سکتا۔ پھر آپ نے اسے معاف فرما دیا۔ اور وہ ایمان لے آیا۔ اب دیکھو وہ شخص آپ کا سخت مخالف تھا۔ اور آپ کو قتل کرنے کے لئے کئی منزلیں طے کر کے آیا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اسے ایمان دار بنا دیا۔ غرض ایمانیات میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ ایک شخص دشمن ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اسے دوست بنا دیتا ہے۔ اسی قسم کا

ایک اور واقعہ

بھی تاریخ میں آتا ہے۔ فتح مکہ کے بعد جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کے لئے تشریف لے گئے تو دو ہزار کفار بھی لشکر میں شامل ہو گئے انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمیں بھی اپنے لشکر میں شامل کر لیں۔ ہم وہاں اپنے جوہر دکھائیں گے۔ جب دشمن نے آپ پر حملہ کیا۔ تو ان سے برداشت نہ ہو سکا۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ پیچھے بھاگے۔ ان کے بھاگنے کی وجہ سے مسلمانوں کے گھوڑے بھی بھاگ نکلے۔ یہاں تک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک وقت میں صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ پھر ایک ریلہ آیا تو یہ بارہ آدمی بھی پیچھے دھکیل دیئے گئے۔ اس وقت ایک شخص جس کا نام غالباً ابوسفیان تھا (یہ ابوسفیان وہ شخص ہے جس کے پاس کعبہ کی کنجی تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فتح مکہ کے بعد کعبہ کی کنجی اسی کے سپرد کی تھی اور ترکوں کے وقت تک اسی کی اولاد کے پاس کنجی چلی آتی ہے۔ اب پتہ نہیں ابن سعود کی حکومت نے وہ کنجی اس قبیلہ سے واپس لے لی ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص کعبہ کی زیارت کرنا چاہتا تھا تو اس سے کنجی لیتا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ کعبہ کی زیارت کرنی چاہی تو اس سے کنجی لی اور زیارت کی) وہ بظاہر ایمان لے آیا تھا۔ لیکن

اس کی نیت یہ تھی

کہ اگر موقعہ ملا تو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے گا۔ وہ کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت قریب تھا اور تاک میں تھا کہ اگر موقعہ مل جائے تو آپ پر حملہ کر دوں میں نے میدان خالی پایا تو آپ کے قریب پہنچا۔ اور نیت کی کہ آپ پر حملہ کر دوں۔ لیکن مجھے دیکھ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ تو اس کے دل سے سارا بغض نکال دے۔ پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ رکھا اور دعا کی کہ اے اللہ تو اس کے دل سے سارا بغض نکال دے۔ یہ فقرہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلنا ہی تھا کہ مجھے یوں معلوم ہوا کہ گویا بجائے اس کے کہ میں آپ کو قتل کرنے آیا ہوں میں آپ پر جان نثار کرنے آیا ہوں۔ میرے اندر محبت کا اتنا جوش پیدا ہوا کہ وہی تلوار جس سے میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر وار کرنا چاہتا تھا ہاتھ میں لے کر میں نے آپ کی سواری کے آگے آگے لڑنا شروع کیا۔ اس وقت میرے اندر اتنا جوش تھا کہ خدا کی قسم کہ اگر اس وقت میرے سامنے میرا باپ بھی آ جاتا تو میں تلوار سے اس کی گردن اڑا دیتا۔ دیکھو وہ شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے آیا تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے اس کے اندر تبدیلی پیدا کر دی۔ اور وہ ایمان لے آیا۔ پس

ایک ذریعہ یہ بھی ہے

کہ خدا تعالےٰ مخالف کو دوست بنا دیتا ہے۔ اور ایک ذریعہ وہ ہے جو حضرت خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء نے مخالف کے مقابلہ میں اختیار کیا۔ اس

بادشاہ کا مرجانا خواجہ نظام الدین اولیاء کے اختیار میں نہیں تھا۔ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں تھا۔ اور فرشتوں کی مدد سے ایسا ہوا ہے۔ بعض دفعہ خدا تعالیٰ مخالف کو ہدایت دے دیتا ہے اور وہ دوست بن جاتا ہے اور بعض دفعہ وہ اسے مار دیتا ہے۔ ہمیں خاص طریق کے مانگنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ دعا مانگنے کی ضرورت ہے کہ جو لوگ بھی مخالف ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے اور ہم پر اپنا فضل نازل کرے۔ ہاں کوئی مخالف ایسا بھی ہوتا ہے جو شر میں بڑھ جاتا ہے۔ اور اس کے لئے ہمیں بد دعا بھی کرنی پڑتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بعض دشمنوں کے لئے بد دعا کی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنے دشمنوں کے لئے بد دعا کی ہے۔ لیکن عام طور پر

ہمارا یہی اصول ہونا چاہیئے

کہ ہم کسی کے لئے بد دعا نہ کریں۔ بلکہ ہمیں اپنے مخالفین کے لئے دعا کرنی چاہیئے آخر انہوں نے ہی ایمان لانا ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں بیت الدعا کے اوپر بارہ میں رہتا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مکان کے نچلے حصہ میں تھے کہ ایک رات نچلے حصہ سے مجھے اس طرح رونے کی آواز آئی جیسے کوئی عورت دردِ زہ کی وجہ سے چلاتی ہے۔ مجھے تعجب ہوا۔ اور میں نے کان لگا کر آواز کو سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کر رہے ہیں۔ اور آپ کہہ رہے ہیں۔ کہ اے خدا طاعون پڑی ہوئی ہے۔ اور لوگ اس کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ اے خدا اگر یہ سب لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا۔ اب دیکھو طاعون وہ نشان تھا جس کی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ طاعون کے نشان کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے بھی پتہ لگتا ہے۔ لیکن جب طاعون آتی ہے تو وہی شخص جس کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے وہ آتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے اللہ اگر یہ لوگ مر گئے تو تجھ پر ایمان کون لائے گا۔ پس مومن کو عام لوگوں کے لئے بد دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ انہی کے بچانے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ اگر وہ ان کے لئے بد دعا کرے گا تو وہ بچائے گا کس کو۔

احمدیت قائم ہی اس لئے ہوئی ہے

کہ وہ اسلام کو بچائے۔ احمدیت قائم ہی اس لئے ہوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کو بچائے اور ان کی عظمت انہیں واپس دلائے۔ بنو عباس اور بنو امیہ کے زمانہ میں مسلمانوں کو جو شوکت اور عظمت حاصل ہوئی تھی وہی شوکت اور عظمت احمدیت مسلمانوں کو دینا چاہتی ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتی ہے کہ بنو عباس اور بنو امیہ کی خرابیاں ان میں نہ آئیں۔ پس جن لوگوں کو اعلیٰ مقامات پر پہنچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے۔ ان کے لئے ہم بد دعا کیسے کر سکتے ہیں۔ آخر تم سے زیادہ خدا تعالیٰ کو غیرت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں فرمایا ہے۔

> اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
> کاخر کنند دعوئے حبِ پیمبرم

اس میں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل کو مخاطب کرتے ہوئے آپ کے منہ سے کہلایا ہے کہ اے میرے دل تو ان لوگوں کے خیالات جذبات اور احساسات کا خیال رکھا کر۔ تا ان کے دل میلے نہ ہوں۔ یہ نہ ہو کہ تو تنگ آکر بد دعا کرنے لگ جائے۔ آخر ان کو تیرے رسولؐ سے محبت ہے اور وہ اسی محبت کی وجہ سے جو انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے تجھے گالیاں دیتے ہیں۔

یہی اصل چیز ہے

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں میں سے ایک حصہ ناواجب مخالفت کر رہا ہے۔ لیکن ایک حصہ محض ان کے جال میں پھنس گیا ہے۔ اس لئے وہ ہماری مخالفت کرتا ہے۔ گویا ان کی مخالفت ہمارے آقا کی محبت کی وجہ سے ہے۔ جب ان پر یہ بات کھل جائے گی۔ کہ ہم رسول کریمؐ سے محبت کرنے والے ہیں۔ تو وہ سمجھ جائیں گے کہ یہ لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت تمام کرنے والے ہیں ان کی مدد کرو۔ یہ دن ضرور آئے گا آخر یہ غلط فہمیاں کب تک جائیں گی۔ ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ تم ساری دنیا کو چند دن کے لئے دھوکا دے سکتے ہو۔ تم کچھ لوگوں کو ہمیشہ کے لئے دھوکہ دے سکتے ہو۔ لیکن تم ساری دنیا کو ہمیشہ کے لئے دھوکہ نہیں دے سکتے۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ سو فیصدی لوگ چند دن کیلئے گمراہ ہو جائیں۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ ساری دنیا ہمیشہ کے لئے گمراہ ہو جائے۔ دنیا کا ایک حصہ ہمیشہ کیلئے گمراہ ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ سچائی آہستہ آہستہ کھل جاتی ہے۔ آخر تم کہاں سے آئے ہو۔ یہی احمدیوں کو جانے دو۔ باقی وہی ہیں جو احمدیوں کو گالیاں دیتے تھے۔ مجھے کئی لوگ ایسے ملتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم آپ کو قتل کرنے آئے تھے پھر ایمان لے آئے۔ آخر انہی لوگوں میں سے تم آئے ہو۔ یہ تبدیلی خدا تعالیٰ نے پیدا کرنا ہے۔ جس خدا نے تمہارے اندر یہ تغیر پیدا کیا ہے اُسے طاقت حاصل ہے کہ ان لوگوں کے اندر بھی تغیر پیدا کر دے۔ پس

خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرو

اور آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ تم اپنے نفسوں پر توکل نہ کرو تمہارا توکل محض خدا پر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ انسان بے وفا ہوتا ہے انسان ڈرپوک ہوتا ہے اور وہ بسا اوقات ڈر کے مارے سچائی کو چھوڑ دیتا ہے۔ پس تم خدا تعالیٰ کے سامنے جاؤ۔ اُسے طاقت بھی حاصل ہے اور وہ بے وفا بھی نہیں۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ اس کے بندوں کی بلا وجہ مخالفت ہو رہی ہے۔ تو اس کی غیرت بھڑک اٹھتی ہے اور جب مخالف یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنے حریف کو مار دیا تو وہ مرے ہوئے انسان میں نئی طاقت اور نئی زندگی پیدا کر دیتا ہے اور وہ آدم کی طرح تمام دنیا پر چھا جاتا ہے۔ (الفضل ۲؍ ۶؍ ۶۱)

کلکتہ میں یوم مسیح موعودؑ کی تقریب پر جلسہ

کلکتہ ۲۴ ؍ مئی (بتاخیر سے) آج شام کو بعد نماز مغرب انجمن احمدیہ کلکتہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ کرسیٔ صدارت کے بارِ گراں کو مکرم میاں محمد یوسف صاحب بانی نے باحسن طریق سنبھالا۔ حاضری تسلی بخش تھی۔ احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی دوست بھی شریک جلسہ تھے۔ یہی نہیں کہ احاطۂ انجمن کے اندر اربابِ شوق کا اجتماع تھا بلکہ بیرونِ انجمن بھی لوگوں کا ہجوم تھا۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ آواز دور دور تک تبلیغی رہی۔ منشی محمد شمس الدین صاحب نے تلاوت قرآن پاک فرمائی۔ حسب پروگرام محمد اسمٰعیل صاحب وسیرہ۔ ناصر احمد صاحب بانی، عبدالمجید صاحب مالاباری اور ملک عبدالکریم صاحب کشمیری نے نظمیں پڑھیں۔ مکرم سید مسعود احمد صاحب کٹکی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پاک پر ایک مختصر مگر پُر مغز تقریر فرمائی۔

مکرم جناب مولوی بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ نے موقعہ کے لحاظ سے ایک نہایت ہی عالمانہ تقریر فرمائی۔ آپ نے "قدیم مذاہب میں الہامی تخیل" پر سیر حاصل بحث کی۔ اور فرمایا کہ یہ اعتراض کہ وید کثیر التعداد معبودانِ باطلہ کی پرستش کو جائز قرار دیتا ہے۔ غلط ہے۔ آپ نے اپنے دعویٰ کی تائید میں وید سے ایسے شلوک پڑھے جو کثرت الوجود سے متعلق رائج الوقت غلط نظریوں کا بطلان کرتے ہیں۔ عصر حاضر کے وہ تمام آثار جو ایک روحانی مصلح کے نزول کی تائید کرتے ہیں اور اس ضمن میں آسمانی صحیفوں کے وہ غیر مبہم اشارے جو صدیوں اور قرنوں سے گذر کر حال کی پُر آشوب صدی پر مرکوز ہو گئے ہیں۔ آپ کی تقریر کے اجزائے خاص تھے۔ آپ نے حضرت کرشن علیہ السلام کا خاص طور پر ذکر کیا اور گیتا سے حوالے دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت کرشنؑ کو بین الاقوامی سطح پر ایک بار پھر اصلاح کا کام کرنا تھا۔ ساڑھے تین ہزار سال قبل کے کرشن کا متھرا اور گوکل نے سواگت کیا تھا۔ آج کے کرشن کا قادیان نے استقبال کیا۔ تقریر کا یہ حصہ زبان اور مواد کے لحاظ سے ہندوؤں کے لئے مخصوص تھا۔ جس نے ملقہ اثر کو وسیع تر کر دیا تھا۔ آپ نے مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مزار پرستی کی لعنت تو ایسی حد تک پہنچ چکی ہے کہ پرستارانِ مزار کی نظر میں سنگ مُردہ بھی اگر مدفون ہو تو محترم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں آپ نے مسلمانوں کے خود ساختہ عقائد کا رد فرماتے ہوئے اسلام میں عبودیت کا صحیح تصور پیش کیا۔ بعض غیر احمدی احباب پر یہ تلخ انکشاف کہ متوفیوں سے برکت کی امید عبث ہے گراں گذرا اور وہ قبل از وقت جلسہ گاہ سے نکل گئے۔ آپکی تقریر کا آخری حصہ تربیتی تھا۔ اور بالخصوص احمدی مخاطب تھے۔ فرمایا کہ احمدیوں کو ہمیشہ وقت اور حالات کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے اور اپنے طرزِ عمل سے ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیئے۔ جو عظیم روحانی انقلاب کو جنم دے۔ تقریر ایک گھنٹہ پچاس منٹ تک جاری رہی۔

خدام الاحمدیہ کلکتہ کے قائد جناب مظہر احمد صاحب بانی کے سپرد استقبال تھا۔ آپ نے دیگر خدام کی معیت میں اس کام کو کمال خوبی سے انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

نور عالم احمدی (بیگوسرائی)

ایک لاجواب چیلنج

از مکرم مولوی عبدالحق صاحب فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم رانچی

نہایت افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ غیر احمدی علماء میں سے ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو جماعت احمدیہ کی مخالفت میں ہر قسم کے کذب و بہتان طرازی کو جائز اور کمال فن سمجھتا ہے۔ ہمیں اس بات کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔ حالانکہ دینی معاملات میں تقویٰ، سچائی اور صاف گوئی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ لیکن یہ علماء ہر طرح سے لاجواب ہو جاتے ہیں۔ مگر کسی قیمت پر بھی صداقت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور قرآن کریم کی اس آیت کی کھینچی ہوئی تصویر بن جاتے ہیں۔ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا۔ یعنی ان کے دل تو ہیں مگر ان کے ذریعہ وہ سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں تو ہیں مگر ان کے ذریعہ سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان تو ہیں مگر ان کے ذریعہ سے وہ سنتے نہیں۔" (الاعراف)

"بدر" کے قارئین کرام ایک ایسے ہی فاضل صاحب کی مثال مندرجہ ذیل چیلنج میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب مولوی نظام الدین صاحب خطیب مسجد ڈاکٹر فتح اللہ روڈ رانچی

السلام علی من اتبع الہدیٰ

بتاریخ ۲/۴ ۱۹۵۹ء متصل مسجد سنیہ پھیرٹی محترم جناب ضمیر الدین صاحب میونسپل کمشنر اور محترم مولوی عبدالغنی صاحب فاضل کی موجودگی میں میرے اور آپ کے درمیان تبادلہ خیالات کے دوران فریقین کے دستخطوں کے ساتھ حسب ذیل الفاظ ضبط تحریر میں آئے تھے۔ میری طرف سے یہ لکھا گیا تھا کہ:۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب نے مباہلہ سے گریز کیا"

اس کے مقابل پر آپ نے لکھا تھا کہ:۔

"مولوی ثناء اللہ نے مباہلہ کیا اس کے نتیجہ میں مرزا صاحب کو ذلت کی موت ہوئی"

بعدہٗ اسی تحریر کی بنیاد پر خاکسار نے بتاریخ ۲۵/۴ آپ کو ایک چٹھی لکھی تھی۔ جس کی نقول علماء رانچی کی خدمت میں بھی بھجوائی گئی تھیں۔ اس چٹھی میں خاکسار نے خود مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی متعدد تحریرات اور ان کے اخبار اہلحدیث کے حوالہ جات سے مولوی ثناء اللہ صاحب کا مباہلہ سے گریز ثابت کر دیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ایک کھلا چیلنج کیا تھا کہ:۔

"آپ نے خدا تعالیٰ کے مقدس مسیح و مہدیؑ کے لئے "بذلت" کا لفظ استعمال کیا ہے اس لفظ کے آپ خود ہی اس وقت تک مورد و مصداق بنے رہیں گے جب تک کہ آپ اپنے مرقومہ دعوے کو ثابت نہ کریں۔ اور ہماری طرف سے آپ کو یہ ایک **کھلا چیلنج** ہے کہ آپ کبھی بھی یہ ثابت نہ کر سکیں گے کہ

"مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب سے مباہلہ کیا" (چٹھی محررہ ۲۵/۴)

اس چیلنج کے بعد آپ کو یاد دہانی بھی کرائی جاتی رہی۔ لیکن آپ نے آج تک اس چیلنج کا جواب نہیں دیا۔ اور ہمارا دعوےٰ ہے کہ آپ آئندہ بھی اس چیلنج کو توڑ نہیں سکیں گے۔ اس کے باوجود آپ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ احمدیت کی مخالفت کے لئے پیش پیش رہتے ہیں۔ ہمیں آپ کی مخالفت سے کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ شدید مخالفتوں کے باوجود خدائی وعدوں کے مطابق تمام دنیا میں نتیجہ خیز تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کر رہی ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لیکر آج تک جو جماعت بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم ہوتی رہی ہے۔ اس کی ہمیشہ متعصب اور تنگ نظر لوگ شدید مخالفت کرتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا آپ کی مخالفت ہمارے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ شاید علامہ حالی مرحوم نے ایسے ہی علماء کے لئے یہ شعر نظم فرمایا تھا ؎

الحذر بانٹ ڈالا کا فر بنا بنا کر
اسلام اے تمہارا ممنون ہے تمہارا

البتہ ہم آپ کے ضمیر کو بیدار کر کے آپ سے پوچھتے ہیں کہ:۔

"کیا انسانیت اور اخلاق بھی کوئی چیز ہے یا نہیں؟ اسلامی اخلاق تو دنیا کی تمام سوسائیٹیوں سے بلند تر مقام رکھتے ہیں۔ آپ دنیا کے کسی گوشہ میں چلے جائیں اور کسی ادنیٰ سوسائیٹی کے فرد کے سامنے اپنی یہ بات پیش کریں کہ میں نے مدمقابل کو ایک تحریر لکھ کر دی تھی۔ اور اس میں اس کے آقا اور واجب الاحترام پیشوا کے لئے توہین آمیز الفاظ بھی استعمال کئے تھے اس پر مدمقابل نے مجھے تحریر مذکورہ کو ثابت کرنے کے لئے ایک کھلا چیلنج بھی دیا تھا۔ جس کا جواب میری طرف سے نہیں دیا گیا۔ بلکہ اس چیلنج کے جواب میں مجھے ایک جملہ بلکہ ایک لفظ بھی لکھنے کی توفیق نہیں ملی۔ اس پر فریق ثانی نے مجھے یہ بھی لکھا کہ آپ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیں۔ لیکن میں اس کے لئے بھی آمادہ نہیں ہوا اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ تو مجھے یقین ہے کہ ایک ادنیٰ اخلاق کا آدمی بھی آپ سے یہی کہے گا کہ آپ انسانی جامہ کا احترام کریں اور فوراً اپنے الفاظ واپس لے لیں۔ اور اپنی غلطی کا اعتراف کر لیں یہ ادنیٰ اخلاق کا تقاضا ہے"

پس ہمارا آپ سے اور آپ کے ضمیر سے یہ مطالبہ ہے کہ یا تو آپ ہمارے چیلنج کا جواب دیں اور وہ تحریر جو آپ نے ہمیں لکھ کر دی ہے اس کی صداقت کا ثبوت ہمیں دیں۔ اور بتائیں کہ کس دن اور تاریخ کو کس ماہ و کس سال اور کس بستی اور شہر میں۔ اور کن علماء اور عوام کے سامنے مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے ساتھ مباہلہ کیا تھا۔ اور کس اخبار اور جریدہ میں اس کی رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ ہمارا دعوےٰ ہے کہ کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے آپ کی انگلیاں گھس جائیں گی۔ اور ہاتھ شل ہو جائیں گے۔ آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اور قلم ٹوٹ جائیں گے۔ لیکن آپ کبھی بھی یہ ثابت نہ کر سکیں گے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے ساتھ مباہلہ کیا۔ کیونکہ درحقیقت مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے ساتھ کوئی مباہلہ نہیں کیا تھا لہٰذا شرافت و انسانیت اور آپ کی مولویت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اپنے الفاظ واپس لے لیں اور صاف لکھ دیں کہ:۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے ساتھ کوئی مباہلہ نہیں کیا تھا"

تا آپ کی اس قبیح حرکت کی تلافی ہو سکے جس کے ذریعہ سے آپ نے خدا تعالیٰ کے مقدس مسیح و مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے ساتھ بے وجہ "ذلت" کا لفظ استعمال کر کے ان احمدیوں کا دل دکھایا جو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں بلکہ تمام مہذب لوگوں کے نزدیک ایک قابل نفرت جرم کا ارتکاب کیا

لیکن آپ یاد رکھیں کہ جس دن آپ نے ہمیں یہ تحریر لکھ کر دیدی۔ اسی دن اہالیان رانچی پر ان غیر مقلدین کے ڈھول کا پول بھی ظاہر ہو جائے گا۔ جن کی تقلید اختیار کر کے آپ نے ہمالیہ سے بھی بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو ہدایت دے اور آپ کی تنگ نظری اور تعصب کو توڑ دے اور آپ اسلامی رواداری کو سمجھنے کی توفیق پائیں۔ اور آپ اسلامی فرقوں کے مابین منافرت پیدا کرنے کی بجائے منفعت اتحاد کو محسوس کریں اور آپ اسلام کی امن بخش تعلیم کے سایہ میں بسر اکریں ؎

مجھے بیر ہرگز نہیں ہے کسی سے
میں دنیا میں سب کا بھلا چاہتا ہوں

وما علینا الا البلاغ۔

خاکسار

قریشی عبدالحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ڈاکٹر فتح اللہ روڈ رانچی۔

نقول بغرض اطلاع بخدمت مکرم

۱۔ خان بہادر حبیب الرحمٰن رئیس اعظم رانچی

۲۔ جناب سید لئیق احمد صاحب ایم اے ایڈیٹر دی سینٹینل رانچی

۳۔ جناب محمد حبیب صاحب جنرل سیکرٹری انجمن اسلامیہ رانچی

۴۔ جناب مولانا نعمت اللہ صاحب فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد رانچی،

۵۔ جناب مولانا عبدالغنی صاحب فاضل تاج بکڈپو رانچی

۶۔ جناب مولانا صوفی چپالی صاحب فاضل قاضی شہر و خطیب و فنڈر جمعیۃ العلماء رانچی

۷۔ جناب مولانا مشتاق احمد صاحب فاضل لوئر بازار رانچی

۸۔ جناب حافظ ضمیر الدین صاحب میونسپل کمشنر رانچی۔ ۹۔ جناب حکیم محمد یوسف فاضل اپر بازار رانچی۔ ۱۰۔ جناب حافظ ۔۔۔ امام الصلوٰۃ مسجد فتح اللہ روڈ رانچی

غانا سے گنی تک

مغربی افریقہ کے مختلف ممالک میں احمدیہ مشنوں کی تبلیغی مساعی کا جائزہ

گنی کے علاقہ کے مختصر حالات

(از مکرم حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب مبلغ گنی (مغربی افریقہ)

میرے پہلے مضمون سے جو الفضل ۹ اپریل ۱۹۶۱ء میں شائع ہو گیا ہے۔ قارئین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں غانا پہنچنے کے بعد گنی کے لئے ویزا حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے بعد سفر کے حالات افادۂ احباب کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے مغربی افریقہ کے قریباً تمام مشن دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ نائیجیریا میں لیگوس مشن میں مکرم نسیم سیفی صاحب کام کر رہے ہیں۔ یہ بہت ہی کامیاب مشن ہے۔ مکرم سیفی صاحب علاوہ انگریزی اخبار [illegible] نکالنے کے جماعت احمدیہ کے لٹریچر کی اشاعت میں بھی خاصہ نمایاں کام کرتے ہیں۔ اسی طرح سکولوں کا انتظام بھی چلا رہے ہیں۔ نائیجیریا میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ ان کی بعض سوسائیٹیاں بھی ہیں مگر اسلام کی تبلیغ کا شرف صرف جماعت احمدیہ کو حاصل ہے۔

لیگوس کی جماعت ایک مخلص جماعت ہے۔ اور حتی المقدور اپنے اموال اور اوقات سے اشاعت دین کا کام کر رہی ہے۔ جزاہم اللہ۔

خاکسار اور قریشی مقبول احمد صاحب اکٹھے ہی لیگوس سے غانا آئے تھے۔ اور ہماری پہلی منزل اکرا تھی۔ جو غانا کا دارالحکومت ہے۔ اور سمندر کے کنارے بہت خوبصورت شہر ہے یہاں پر جماعت کا ایک خوبصورت اور فراخ دار التبلیغ ہے۔ جس کے انچارج مکرم قریشی فیروز محی الدین صاحب ہیں۔ قریشی صاحب بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں۔ علاوہ اور ذرائع کے قریشی صاحب مختلف اوقات میں افریقن آبادی میں چلے جاتے ہیں۔ ترجمان کے ذریعہ تقریر شروع کر دیتے ہیں جو کئی کئی گھنٹے جاری رہتی ہے۔ قریشی مقبول احمد صاحب اور مجھ سے بھی انہوں نے کئی تقاریر کروائیں۔ یہی حال دوسرے افریقہ کے مبلغین کا ہے۔ بے سروسامانی کی حالت ہے کوئی میز نہیں کوئی کرسی نہیں۔ زبان کی بھی دقت ہے۔ کوئی ہال نہیں اور نہ دعوت نامے جاری ہوتے ہیں۔ منڈیوں، بس اڈوں اور چوراہوں پر کھڑے ہو کر خدا اور اس کے رسول کا پیغام پہنچانا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے اوقات میں قرونِ اولیٰ کے مسلم مبشرین کا زمانہ سامنے آ جاتا ہے۔ فالحمد للہ۔

غانا میں تین چار مقامات پر ہمارے مشن ہیں۔ مرکزی مشن سالٹ پانڈ میں ہے جہاں ہمارے مکرم مولوی نذیر احمد صاحب مبشر ہیں۔ اکرا میں چند دن قیام کے بعد میں اور قریشی مقبول احمد صاحب اکٹھے سالٹ پانڈ گئے۔ اس جگہ مولوی مبشر صاحب نے بڑی وسیع خوبصورت مسجد بنوائی ہے۔ دار التبلیغ بھی بہت فراخ ہے جو جناب حکیم فضل الرحمٰن صاحب مرحوم کی یادگار ہے۔ سالٹ پانڈ میں ہمارا سکول بھی ہے۔ ہمارا دار التبلیغ عیسائی گرجا کے سامنے ہے۔

سالٹ پانڈ میں ہماری بہت بڑی جماعت ہے۔ ویسے تو غانا میں ہماری کئی سو جماعتیں ہیں۔ مگر سالٹ پانڈ، کماسی واہ کی جماعتیں خاص طور پر اہم اور بڑی ہیں۔ سالٹ پانڈ بھی سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یہاں سے ہم کیپ کوسٹ سے ہوتے ہوئے کماسی گئے۔ کیپ کوسٹ میں ہمارا مشن اور تجارتی سٹور بھی ہے۔ جس میں مکرم عبد اللطیف صاحب، بھی کام کرتے ہیں۔ کماسی غانا میں دوسری اہم پوزیشن کا شہر ہے۔ یہاں کے مشن کے انچارج مکرم مولوی عطا اللہ صاحب کلیم ہیں۔ اسی جگہ ہمارا سکول اور کالج بھی ہیں۔ کالج کے پرنسپل مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب ایم۔ اے ہیں۔ ان کے ساتھ کالج میں افریقن سٹاف کے علاوہ مکرم مسعود احمد صاحب ایم۔ اے مکرم چوہدری محمد نذیر صاحب ایم۔ اے اور مکرم چوہدری عبد اللطیف صاحب ایم۔ اے اور مکرم کلیم صاحب بھی کام کرتے ہیں۔ یہاں کی جماعت بھی مخلص جماعت ہے اور مکرم کلیم صاحب کے ساتھ مکمل تعاون کر کے تبلیغ اور تعلیم کا کام سرانجام دے رہی ہے۔

دو دن کماسی ٹھہرنے کے بعد ہم اکرا واپس آ گئے۔ چونکہ مجھے غانا سے گنی میں داخلہ کا پرمٹ نہ مل سکا اس لئے لائبیریا کا ویزا لے لیا۔ تاکہ وہاں جا کر گنی کے لئے پرمٹ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۶۱ء کو رات ٹھیک ۱۱ بجکر ۵۹ منٹ پر مقررہ وقت کے مطابق ہمارے ہوائی جہاز نے پرواز کی۔ اور ڈیڑھ گھنٹہ کی پرواز کے بعد یکم مارچ ۱۹۶۱ء کو ایک بجے رات لائبیریا کے اڈہ پر پہنچا دیا۔ پولیس اور کسٹم سے فارغ ہونے کے بعد مسافروں کی انتظار گاہ میں آیا۔ نصف رات کے وقت کہاں جاؤں؟ یہ مسئلہ میرے سامنے تھا۔ اس ہوائی اڈہ سے مونروویا جو لائبیریا کا دارالخلافہ ہے اور جہاں سے ہمارا مشن پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ ٹیکسی والے سے دریافت کیا۔ تو اس نے دس ڈالر فی سواری کا مطالبہ کیا۔ اور اتنی رقم تو میرے پاس تھی بھی نہیں۔ اس لئے وہاں ہی بیٹھ گیا۔ اور مونروویا جانے کا راستہ سوچتا رہا دعا بھی کرتا رہا۔ کوئی ایک گھنٹہ گذرا ہوگا۔ کہ ایک عیسائی پادری جو مونروویا سے اپنے ایک ساتھی کو ہوائی اڈہ پر چھوڑنے آیا تھا مجھے اکیلا بیٹھے دیکھ کر میرے متعلق کسی سے دریافت کیا اور پھر مجھے مونروویا اپنی کار پر لے جانے کی دعوت دی۔ میں تو اسی انتظار میں تھا ہی۔ خدائی نصرت سمجھ کر اس کی دعوت قبول کر کے اس کی موٹر میں سامان رکھا اور بیٹھ گیا۔ یہ موٹر چاند کی چاندنی میں ربڑ کے جنگلات میں سے ہوتی ہوئی ایک گھنٹہ کے سفر کے بعد مونروویا شہر میں عین مشن ہاؤس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ پادری تو یہ جگہ جانتا تھا ڈرائیور کو اس جگہ کا علم تھا۔ اس لئے کوئی دقت نہ ہوئی۔

ایک گھنٹہ کے سفر میں اس امریکن پادری سے مذہبی گفتگو ہوتی رہی۔ پیغام احمدیت بھی پہنچایا۔ اگرچہ وہ اس بحث سے کتراتا ہی رہا۔

مونروویا میں آجکل مبارک احمد صاحب ساقی کام کر رہے ہیں۔ ان کے مکان پر جا کر ان سے ملاقات کی اور دو روز ان کے پاس ٹھہرا۔ لائبیریا مشن کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان کا ایک کتاب گھر ہے جو مشن کی کافی حد تک مالی ضروریات کو پورا کر رہا ہے۔ مکرم ساقی صاحب اخلاص محنت سے کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے۔ علاوہ افریقن احمدی بھائیوں کے اس جگہ مکرم فضل دین صاحب اور ان کے دو ساتھی بھی ہیں۔ اور مشن سے دلچسپی کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔

لائبیریا ویسے تو بیسیوں سال سے آزاد ہے مگر ترقی کی منزل میں اپنے ہمسایہ ملکوں سے بہت پیچھے ہے۔ یہاں وہی سکہ چلتا ہے جو امریکہ میں جاری ہے یعنی ڈالر۔ ان کا اپنا کوئی سکہ نہیں ہے۔ حکومت کا اپنا کوئی ریڈیو سٹیشن نہیں۔ بلکہ پرائیویٹ کمپنی کا ریڈیو سٹیشن ہے۔ حکومت بھی اور عوام بھی اپنے امور کی اشاعت کے لئے فیس ادا کرتے ہیں عیسائی اس براڈکاسٹنگ سٹیشن کو اپنی تبلیغ کے لئے خوب استعمال کرتے ہیں۔ اس ملک کی اہم پیداوار ربڑ ہے۔ لیکن ربڑ کا کوئی کارخانہ نہیں بلکہ کچا مال امریکہ جاتا ہے۔

مونروویا سے مجھے گنی کا عارضی ویزا مل گیا جو تین ماہ کا ہے۔ الحمد للہ۔ اس سے تیسرے روز یہاں سے صبح چھ بجے روانہ ہو کر ایک گھنٹہ کی پرواز کے بعد فری ٹاؤن جو سیرالیون کا دارالحکومت ہے پہنچ گیا۔ یہاں کا ہوائی اڈہ سیرالیون سے الگ ایک چھوٹے سے جزیرہ پر ہے۔ ہوائی جہاز سے اتر کر آٹھ دس میل تو کمپنی کی بس پر ہی جزیرہ کے کنارے پر ہم پہونچے۔ یہاں سے پھر کمپنی کے انتظامات کے ماتحت ایک بڑی لانچ پر ایک گھنٹہ کے سمندری سفر کے بعد فری ٹاؤن کی بندرگاہ پر پہنچے۔ ٹیکسی لی اور یہاں سے احمدیہ مشن میں پہنچ گیا۔ جہاں مکرم شیخ نصیر الدین صاحب ابن جناب ڈاکٹر بدر الدین صاحب مرحوم اور مولوی محمد صدیق صاحب شاہد سے ملاقات ہوئی۔ مولوی محمد صدیق صاحب تو فری ٹاؤن مشن کے انچارج ہیں۔ اور مکرم شیخ صاحب موصوف سارے سیرالیون کے انچارج ہیں۔ جن کا مرکز بو (BO) میں ہے۔ اور فری ٹاؤن سے ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر اندرون ملک میں ہے۔ مکرم شیخ صاحب مجھ سے دو روز قبل پورے مشن کے کسی کام کے لئے فری ٹاؤن آئے ہوئے تھے۔ دوسرے روز اپنے ساتھ ہی مجھے کار میں بو لے گئے۔ چار روز مجھے اس مشن کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ الحمد للہ ہمارا یہ مشن بھی کامیابی سے کام کر رہا ہے۔ یہاں پر ہمارا اپنا پریس بھی قائم ہے۔ اور یہ پریس اس شخص کی مدد سے قائم ہوا۔ جس نے کسی وقت یہ کہا تھا کہ اگر دریا اپنا رخ بدل کر [illegible]

اعلانِ دعا میں ... منیر احمد صاحب ... نیل کوسٹ ... تحریر کرتے ہیں کہ مجھے سرنیا کی بیماری ہے اس کا اپریشن کروانا چاہتا ہوں احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپریشن کامیاب کرے [illegible] احباب کار و بار میں ترقی اور خدمت دین کی توفیق پانے کیلئے

بھنا شروع ہو جائے تب بھی احمدی نہیں ہوگا۔ مگر خدا تعالےٰ نے اُسے بھی آستانہ مسیح پر لا گرایا۔ اور اسی نے پھر۔ فری ٹاؤن پریس کے انچارج آجکل مکرم غلام احمد صاحب نسیم ہیں۔

بو میں ہمارا سکول اور کالج اور ہوسٹل بھی ہے۔ کالج کے پرنسپل تو شیخ صاحب موصوف ہیں۔ مکرم سمیع اللہ سیال صاحب ایم۔ اے بھی کالج میں کام کرتے ہیں بکالج اور سکول کے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے ہیں۔ مکرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب کے ساتھ یہ اصحاب بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ اس مشن کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ جو ابھی کسی دوسرے مشن کو حاصل نہیں اور وہ یہ کہ یہاں احمدیہ فری ڈسپنسری (خیراتی دوا خانہ) بھی ہے۔ جس کے انچارج مکرم ڈاکٹر شاہنواز صاحب ہیں۔ سینکڑوں مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے۔

چھ روز کے قیام کے بعد یہاں سے واپس فری ٹاؤن آیا تاکہ یہاں سے گنی کے لئے روانہ ہو جاؤں۔ جب فری ٹاؤن پہنچا۔ اور تیسرے روز ٹکٹ وغیرہ خرید کر میں اور مولوی محمد صدیق صاحب شاہد واپس مشن ہاؤس آ رہے تھے۔ کہ راستہ میں ہم ایک دکان پر ادھ منٹ کے لئے ٹھہرے۔ میں نے اپنے چمڑے کا بستہ جس میں میرا پاسپورٹ۔ ہوائی جہاز کا ٹکٹ گنی کا ویزا۔ انیس ۱۹ پونڈ کے (Travellers cheques) ٹیکوں کے سرٹیفکیٹ اور بعض ضروری کاغذات تھے۔ دکاندار کی میز پر رکھا۔ ایک منٹ کے اندر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بستہ غائب ہے۔ ادھر اُدھر دیکھا دکان میں کئی اور افریقن گاہک بھی کھڑے تھے کسی سے کچھ علم نہ ہو سکا لے جانے والا لے گیا۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ اسی وقت قریب کے پولیس سٹیشن۔ امیگریشن آفس اور بنک کو رپورٹیں کر دی گئیں۔ ہوائی جہاز کی سیٹ کینسل کرا دی گئی۔ بہرحال ان چیزوں کا یکدم چوری ہو جانا معمولی صدمہ نہ تھا۔ عجیب پریشانی کا عالم تھا۔

چونکہ میرا پاسپورٹ برٹش تھا اور اس کا ریکارڈ امیگریشن میں تھا۔ اس لئے عارضی پاسپورٹ ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر بن گیا۔ مگر ٹیکوں کے سرٹیفکیٹ اور گنی کے ویزا کا حصول ذرا کٹھن کام تھا۔ میرا ارادہ تو یہ تھا کہ رمضان کے مہینہ میں ہی گنی پہنچ جاؤں۔ اور عید گنی میں ہی کروں مگر خدا تعالےٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ تین روز بے حد پریشانی اور خدا تعالےٰ کے حضور گریہ و زاری سے گذرے۔ چوتھے روز صبح آٹھ بجے پولیس سٹیشن کا انچارج خود مشن ہاؤس میں آیا۔ اور اس نے بتایا کہ آپ کا چمڑے کا بستہ مل گیا ہے۔ اور اس میں تمام چیزیں صحیح سالم معلوم ہوتی ہیں۔ اس نے بتایا کہ آج صبح پولیس کا خاکروب جب کوڑا پھینکنے کے لئے روڑی پر گیا تو یہ بستہ وہاں پڑا پایا۔ اور اٹھا کر وہ پولیس اسٹیشن لے آیا۔ ہم اسی وقت پولیس اسٹیشن گئے۔ تو واقعی بستہ مع تمام مذکورہ اشیاء کے بالکل صحیح سالم تھا۔ کوئی کاغذ بھی ضائع نہ ہوا تھا۔ اور ہر ایک کی زبان پر تھا کہ اس بستہ کا ملنا ایک معجزہ تھا۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔

عید الفطر میں دو دن باقی تھے اس لئے فیصلہ یہی ہوا کہ اب عید فری ٹاؤن میں جماعت کے ساتھ کر کے دوسرے روز گنی کا سفر اختیار کیا جائے۔ مکرم مولوی محمد صدیق صاحب شاہد نے رمضان میں روزہ رکھ کر ناکسار کی تین روزہ مصیبت میں مختلف امور کی انجام دہی میں جس طرح جانفشانی سے ہاتھ بٹایا وہ بے حد قابل قدر تھا فجزاہ اللہ تعالےٰ۔ اسی طرح جماعت احمدیہ فری ٹاؤن نے بھی باقاعدہ اجتماعی اور انفرادی دعاؤں اور ہمدردانہ رویہ سے میری مدد کی۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ

عید میں نے فری ٹاؤن میں ہی جماعت کے ساتھ اور مولوی صاحب موصوف کی اقتداء میں ادا کی۔ فری ٹاؤن میں عید کا چاند دیکھنے کے بعد مسلمان ایک جلوس کی تیاری کرتے ہیں۔ شہر کے مختلف حلقے اپنا اپنا جلوس تیار کرتے ہیں۔ جلوس کے آگے آگے رنگ دار کاغذوں کے مختلف نمونے (Models) شیعوں کے تعزیہ کی طرز پر بنائے ہوتے ہیں۔ تیس چالیس فٹ لمبے خوبصورت ڈھانچے جس میں روشنی کا انتظام ہوتا ہے کئی آدمی اس میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ جلوس میں چلانے کے لئے کئی کئی پہیے اس ماڈل کے نیچے لگائے ہوتے ہیں اور کئی آدمی اسے دھکیل رہے ہوتے ہیں۔ عام طور پر یہ سمندری جہاز کے نمونے کے ہوتے ہیں۔ یہ جلوس دو تین گھنٹے جاری رہتا ہے۔ لہذا اس کو معمولی حیثیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے باقاعدہ انتظامات ہوتے ہیں۔ ٹریفک روک دیا جاتا ہے گورنر اور وزراء ایک خاص چوک میں بیٹھ کر اس جلوس کا نظارہ کرتے ہیں پھر ان ماڈلز کی کاریگری کی نسبت سے ایک بورڈ اوّل۔ دوم۔ سوم آنے والوں کا اعلان کرتا ہے۔ اور ان کو باقاعدہ انعام دیا جاتا ہے۔ ہر حلقے کے جلوس کے آگے آگے مرد اور عورتیں گاتے اور رقص کرتے ہوئے آتے ہیں

اور عید کے تہوار کا یہی حصہ اہم سمجھا جاتا ہے۔ مکرم مولوی محمد صدیق صاحب کے ساتھ میں بھی جلوس دیکھنے گیا۔

عید کے دوسرے روز گیارہ بجے فری ٹاؤن کے ہوائی اڈہ سے پرواز کر کے ہمارا ہوائی جہاز آدھ گھنٹہ کے بعد کوناکری پہنچ گیا۔ یہ شہر گنی کا دار الحکومت بھی ہے اور بندرگاہ بھی یہاں پرائیوٹ ہوٹل میں میرا قیام رہا۔ کوناکری تقریباً پانچ مربع میل کا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ ایک طرف سے ایک فرلانگ چوڑا راستہ اندرون ملک جاتا ہے۔ جزیرہ ہونے کی وجہ سے چونکہ بڑھنے کی استعداد اس شہر میں نہیں رہی۔ اس لئے مکانوں کی بے حد قلت ہے۔

گنی کا ملک سنہ ۱۸۹۰ء سے فرانسیسیوں کے قبضہ میں تھا۔ اور سنہ ۱۹۵۸ء کے آخر میں انہوں نے اس ملک کو آزاد کر دیا۔ اور اب یہاں ریپبلک حکومت ہے اس مملکت کا رقبہ ڈیڑھ لاکھ مربع میل سے کچھ زیادہ ہے مگر لمبائی میں اس طرح پھیلا ہوا ہے۔ کہ اس کے ساتھ سیرالیون۔ لائبیریا۔ آئی وری کوسٹ۔ فرنچ سوڈان اور پرتگیزی گنی وغیرہ کی سرحدیں ملتی ہیں۔ اس کی آبادی تیس لاکھ سے کچھ اوپر ہے۔ اور مسلمان ۸۵ فیصدی کی اکثریت میں ہیں اور تمام کے تمام مالکی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر اسلام تو صرف نام کا ہی ہے۔ ملک میں آٹھ دس زبانیں بولی جاتی ہیں۔ دفتری اور تعلیمی زبان فرانسیسی ہے۔ شہروں کی تجارت عام طور پر لبنانی لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ بھی چونکہ آزادی کے بعد یہاں کی حکومت نے اکثر چیزوں کو nationalized کر لیا ہے اس لئے درآمد اور برآمد کا کام بلاواسطہ حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ حکومت کے کئی اپنے سٹورز ہیں۔ جہاں سے تجار کو مال دیا جاتا ہے۔ اب دو تین ماہ سے حکومت گنی نے بعض افریقن کو import لائسنس بڑی پابندیوں کے ساتھ دینے شروع کئے ہیں۔

یہاں کی آب و ہوا گرم مرطوب ہے مگر گرمی شدید نہیں ہوتی۔ سال میں چھ ماہ بارشیں ہوتی ہیں۔ ملک کی اہم پیداوار چاول ہے۔ اور یہی یہاں کی عام خوراک ہے۔ بعض علاقوں میں شکر قندی کی بعض اقسام اور کیلا غذا کے طور پر کھایا جاتا ہے۔ عام میوہ آم۔ کیلا۔ انناس۔ سنگترہ اور ناریل کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔

معدنیات بھی پائی جاتی ہیں۔ سونا اور ہیرا بھی نکلتا ہے۔ مگر بہت زیادہ مقدار میں نہیں۔ ایلومینیم کی کانیں بھی ہیں اور یہ چارہ ناکہ ٹن سے زیادہ سالانہ نکلتا ہے۔

ملک میں تعلیم کی بہت کمی ہے۔ یہاں کی حکومت روس کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے ہر چیز کو نیشنلائزڈ کر رہی ہے۔ اس لئے اس ملک میں کوئی بھی پرائیویٹ اخبار یا رسالہ نہیں۔ ملک میں ایک ہی اخبار ہے جو کہ حکومت خود شائع کرتی ہے زیادہ باہر کے کمیونسٹ ملکوں کے اخبارات یہاں آ کر فروخت ہوتے ہیں۔ یہاں کا اخبار بھی اتنا مہنگا ہے کہ غرباء تو اس کو خرید بھی نہیں سکتے۔ الفضل سے کچھ ہی بڑے سائز کے چھ صفحات کے اخبار کی قیمت ۲۵ فرانک یعنی پورے آٹھ آنے ہے۔ تبلیغ کرنے کی اس ملک میں عام اجازت نہیں ہے۔ دراصل جہاں جہاں فرانسیسی حکومت رہی ہے۔ وہاں مذہبی آزادی کا تصور کچھ اور ہی طریق سے پیش کیا گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انگریزوں کی بڑی تعریف کی ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ انگریز اس لحاظ سے یقیناً قابل تعریف ہے کہ جس جس جگہ انہوں نے حکومت کی ہے اپنی طرف سے آزادی ضمیر اور آزادی مذہب اور آزادی تبلیغ کو انہوں نے انسانی حق کے طور پر قائم کیا ہے اور جن جن ملکوں سے وہ چلے بھی گئے ہیں ان میں وہی اثر تا حال باقی ہے۔ مگر فرانسیسی علاقوں میں یہ چیز نہیں ہے یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور حکومت بھی انہی کے ہاتھوں میں ہے۔ لیکن مسلمانوں کی مذہبی اور تعلیمی حالت ابتر ہے آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ کوناکری شہر میں صرف دو مساجد ہیں جن میں ایک محلہ کے مسلمان بھی نہیں سما سکتے۔ اور پاس سے گزرنے پر یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ مکان ہے یا مسجد۔ اس کے مقابل عیسائیوں کے پر شکوہ اور استنے وسیع گرجے ہیں کہ ایک ایک میں ساری گنی کے عیسائی آ جائیں۔ میں نے دیکھا کہ یہاں کے مسلمان تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر FOOT PATH پر با جماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ کوناکری کے فٹ پاتھ کافی چوڑے ہیں۔ نماز اتنی جلدی پڑھتے ہیں کہ اسے ٹھونگ ٹھونگ ہی کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ مجھے ان لوگوں کو راستوں میں نماز پڑھتے دیکھ کر تکلیف ہوئی۔ لیکن اس تصور نے میری اس کوفت کو زائل کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کتنا بڑا احسان ہے اور (باقی صفحہ پر)

اذکروا موتاکم بالخیر

والد بزرگوار جناب صوفی علی محمد صاحب مرحوم کا ذکر خیر

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم کلکتہ

دس مئی ۱۹۶۱ء کو جب خاکسار اڈیسہ وبہار کے تبلیغی دورہ سے فارغ ہو کر کلکتہ پہنچا تو عزیزم مولوی نور الحق صاحب انور کی طرف سے آمدہ تار سے اور اخبار الفضل کے ذریعہ والد بزرگوار جناب صوفی علی محمد صاحب کی وفات کی افسوسناک اطلاع ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس سال میں ہمارے خاندان میں سے تین معمر افراد ہم سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ماہ فروری میں خاکسار کے بہنوئی الحاج چوہدری محمد یعقوب صاحب کی وفات سندھ میں ہوئی۔ اور ماہ مارچ میں خاکسار کی اہلیہ کے حقیقی ماموں محترم مولانا غلام مصطفٰے صاحب فاضل ایک لمبی بیماری کے بعد گوجرانوالہ میں وفات پا گئے۔ اور ماہ مئی کا مہینہ اپنی آمد کے ساتھ والد صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر لے کر آیا۔

اللہ تعالیٰ ان سبھوں کو اپنے فضل وکرم کی چادر میں ڈھانپ لے۔ اور فردوس بریں میں اعلیٰ مقام عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

ان سطور میں والد صاحب مرحوم کے کچھ مختصر حالات برائے تحریک دعا تحریر کر رہا ہوں۔

آپ کی پیدائش نارووال کے قریب ایک موضع میں ہوئی۔ اس سال عند الملاقات آپ نے اپنی عمر مجھے ۷۷ سال بتائی۔ اس لحاظ سے آپ کی پیدائش اندازاً ۱۸۸۴ء کی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ۱۹۰۵ء میں بذریعہ خط حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور ۱۹۰۶ء میں حضرت سے ملاقات کا زریں موقع نصیب ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر اندازاً بیس سال تھی۔

آپ کی عمر کا ابتدائی حصہ زیادہ تر نارووال میں گذرا۔

۱۹۱۴ء کی جنگ میں آپ کچھ عرصہ فوج میں بھی رہے۔ وہاں سے فارغ ہو کر نارووال میں سنگر سیونگ مشین کمپنی میں ملازمت اختیار کر لی۔

آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے ذریعہ سے آئی اور سب سے پہلے آپ نے احمدیت کو قبول کیا اور پھر تادم آخر احمدیت کے جان نثاروں میں رہے۔

ہم لوگوں نے جب ہوش سنبھالا تو نارووال کی فضاء کو احمدیت کے سخت خلاف پایا۔ وہاں شیعوں اور عیسائیوں کا بہت زور تھا۔ اسلئے ان دنوں مناظروں اور مباحثوں کا میدان خوب گرم تھا۔ کہیں عیسائیوں سے مناظرے ہو رہے تھے۔ اور کہیں شیعہ حضرات سے اور کہیں دیگر غیر احمدی حضرات سے مباحثے ہو رہے تھے۔ اس وجہ سے احمدی علماء و مبلغین کی نارووال میں کافی آمد رہتی تھی۔ والد صاحب مرحوم کو مہمان نوازی کا نہایت شوق تھا۔ اس لئے مبلغین کرام اور مرکز سے آمدہ علماء کرام کو اپنے ہاں ٹھہرانے میں خاص فرحت محسوس کرتے تھے۔ اغلباً ۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے کہ ایک مناظرہ کے لئے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی بھی نارووال تشریف لائے تھے۔ اس وقت والد صاحب مرحوم کی دکان ریلوے روڈ پر تھی اور وہیں حضرت مولانا کا قیام تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ والد صاحب نہایت ہی محبت کے ساتھ مولانا کی مہمان نوازی میں مصروف تھے۔ اور بوجہ گرمی کا موسم ہونے کے ہم بھائیوں کو تاکید کرتے تھے کہ مولانا موصوف کو پنکھا کرتے رہیں تاکہ انہیں گرمی محسوس نہ ہو۔ اور فرماتے کہ تمہیں اس کا ثواب ملے گا۔ اور مولانا مناظرے کے لئے تازہ دم رہیں گے۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی صرف قرآن مجید لے کر مناظرہ کے لئے تشریف لائے تھے اور اس کے مقابل غیر احمدی علماء کتابوں کا بہت بڑا انبار ہمراہ لے کر آئے۔ ہمارے احمدی احباب کچھ اسباب سے گھبرائے اور مولانا موصوف سے اس کا تذکرہ کیا تو مولانا نے فرمایا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ حسبنا کتاب اللہ۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے۔

میں نے بچپن میں مولانا موصوف کا یہ پہلا مناظرہ سنا اور مجھ پر اب تک یہ اثر ہے کہ مولانا کے دلائل اتنے زوردار تھے کہ غیر احمدی علماء ان کا جواب دینے پر قادر نہ تھے اور وہ ڈھیروں کتابیں جو غیر احمدی علماء ساتھ لے کر آئے تھے وہ ان کے کام نہ آ سکیں اور خدا کے مسیح کا شیر صرف کتاب اللہ کے ذریعہ مظفر و منصور ہوا۔

اغلباً ۱۹۲۸ء کے مارچ میں نارووال میں جماعت احمدیہ کی طرف سے سیرت کا جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس میں تقریر کرنے کے لئے مرکز سے استاذی المکرم حضرت مولانا ارجمند خان صاحب تشریف لائے۔ مولانا صاحب نے والد صاحب مرحوم کو تحریک کی کہ آپ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کے لئے قادیان بھجوا دیں اس تحریک کے نتیجہ میں والد صاحب نے ہم سبھوں کو تعلیم کے لئے قادیان بھجوانے کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ امتحانات کے نتائج نکلنے پر مارچ ۱۹۲۹ء کے آخر میں ہم تینوں بھائیوں اور والدہ صاحبہ کو ہمراہ لے کر قادیان پہنچے۔ محلہ دار الرحمت کے شمالی حصہ میں ایک مکان کرایہ پر لیا گیا اور مجھے اور برادرم مولوی نذیر احمد صاحب کو مدرسہ احمدیہ میں اور عزیزم مولوی نور الحق بھی پرائمری پاس کرنے کے بعد مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اس طرح مدرسہ احمدیہ و جامعہ احمدیہ میں باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہم تینوں نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

خاکسار نے ۱۹۳۷ء میں مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ پرچے امید کے خلاف بہت سخت تھے۔ اور بالخصوص منطق و فلسفہ کا پرچہ تو زیادہ ہی سخت تھا اور پرچہ دینے کے بعد فارغ پر بھی اس امر کا اثر تھا کہ یہ پرچہ کمزور رہا ہے۔ والد صاحب مرحوم روزانہ مجھ سے دریافت فرماتے تھے کہ پرچے کیسے ہوئے تو میں انہیں صحیح حالات سے آگاہ کیا کرتا تھا۔ تاکہ وہ دعا بھی کریں۔ منطق و فلسفہ کے پرچے کی کیفیت جب میں نے آپ کے سامنے رکھی تو آپ نے میری بڑی ہمت بندھائی۔ اور فرمانے لگے کہ محنت کے بعد خدا کا فضل نہ بھی خالی رکھنا چاہیے۔ اور اس سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ یہ اُن کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو کامیابی عطا فرمائی۔ اس سال جامعہ احمدیہ سے دس طلباء مولوی فاضل کے امتحان میں شریک ہوئے۔ اور دس طلباء میں سے صرف دو کامیاب ہوئے اور دو کمپارٹمنٹ میں آ گئے۔ کامیاب ہونے والے طلباء میں ایک خاکسار تھا اور ایک مکرم مولوی محمد احمد صاحب ثاقب تھے۔ مولوی فاضل کا امتحان دینے کے بعد خاکسار مبلغین کلاس میں داخل ہوا۔ اس کلاس کا دوسرا اور آخری سال تھا۔ کہ نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے ۱۹۳۹ء میں سنسکرت کلاس کے اجراء کا اعلان ہوا۔ میں نے والد صاحب مرحوم سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں سنسکرت کلاس میں داخل ہو جاؤں۔ اس وقت آپ نارووال کی ملازمت سے فارغ ہو کر قادیان مستقل طور پر تشریف لا چکے تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ دعا کے بعد کوئی قدم اٹھانا چاہیئے۔ میں بھی دعا کروں گا اور تم خود بھی دعا کرو۔ میں نے سنسکرت کلاس میں داخلہ کے سلسلہ میں استاذی المکرم حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب سے استخارہ کے لئے عرض کیا ہوا تھا۔ حضرت مولانا ایک دن ظہر کی نماز کے بعد احمدیہ بک ڈپو کے دروازے کے پاس کھڑے تھے۔ ان دنوں احمدیہ بک ڈپو اس دکان میں تھا جہاں آج کل حشمت اللہ صاحب درویش کی دکان ہے میں بھی نماز ظہر سے فارغ ہو کر مسجد مبارک سے نیچے اترا۔ مجھے دیکھ کر مولانا نے بلایا اور فرمایا۔ بشیر احمد سنسکرت کلاس میں داخلہ کے لئے درخواست دے دو۔ عجیب اتفاق ہے کہ اس دن والد صاحب مرحوم نے بھی مجھ سے فرمایا۔ کہ سنسکرت کلاس میں داخلہ لے لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کرے گا۔ چنانچہ خاکسار نے ہر دو بزرگوں کے ارشاد کے بعد سنسکرت کلاس میں داخلہ کے لئے درخواست دے دی۔ داخلہ کے لئے باقاعدہ انٹرویو ہوا۔ اور خاکسار اس میں کامیاب ہو کر سنسکرت کلاس میں داخل ہو گیا۔ اور سنسکرت کلاس کا تین سالہ کورس مکمل کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ والد صاحب مرحوم کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ کہ خاکسار کو سنسکرت کا تین سالہ کورس مکمل کرنے کی توفیق ملی۔ جبکہ میرے باقی دو ساتھی رستہ میں ہی رہ گئے۔ اور ایک ساتھی نے پہلے سال اور دوسرے نے دوسرے سال سنسکرت کو خیر باد کہہ دیا۔

والد صاحب مرحوم کو احمدیت سے بے پناہ محبت تھی اور آپ کے ذرّے ذرّے میں احمدیت سمائی ہوئی تھی۔ اور انہوں نے زندگی بھر ہمیں اس امر کی تلقین کی کہ احمدیت کی جو نعمت تمہیں خدا نے دی ہے۔ اس کی پوری پوری قدر کرو۔ بچپن سے

بھی ہم سمجھتے رہے کہ آپ کوشش کرتے کہ مرکز کے ساتھ تعلق مضبوط رہے چنانچہ ہمیں قادیان بھیجنے سے قبل آپ باقاعدہ جلسہ سالانہ میں شرکت فرماتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۲۷ء کے جلسہ میں ہم سب بچوں کو مع والدہ محترمہ کے ساتھ لے کر جلسہ سالانہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان دنوں ابھی بٹالہ سے قادیان تک ریل جاری نہیں ہوئی تھی۔ بٹالہ سے یکوں پر بیٹھ کر جانے کا نظارہ۔ جلسہ سالانہ کا منظر۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور حضور کا نورانی چہرہ یہ سب منظر اب تک میرے حافظہ میں محفوظ ہیں۔

اور جب ہم کو بسلسلہ تعلیم آپ نے قادیان میں چھوڑا تو جب تک آپ نارووال سے بسلسلہ ملازمت رہے باقاعدگی کے ساتھ جلسہ میں شریک ہوتے رہے اور ۱۹۳۶ء میں آپ ملازمت سے فارغ ہو کر مستقل طور پر قادیان تشریف لے آئے۔ اور مسیح پاک کی مقدس بستی میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ تقسیم ہند کے بعد بھی آپ نے قادیان میں ہی قیام کا فیصلہ فرمایا اور ۳۴ سال تک درویشی کا زمانہ گذارا۔ گویا آخر عمر تک آپ نے اس محبت کو نبھایا جو کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کی پاک بستی کے ساتھ تھی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد میں نے کئی بار آپ سے عرض کیا کہ آپ میرے پاس دہلی آجائیں۔ میں زیادہ عرصہ باہر تبلیغی دوروں پر رہتا ہوں اس لئے آپ کی نگرانی بچوں پر رہے گی۔ اور آپ کی خوراک بھی اچھی ہونے کی وجہ سے آپ کی صحت پر اچھا اثر پڑے گا تو فرمایا کرتے تھے کہ میں چند دنوں کے لئے قادیان سے باہر رہ سکتا ہوں لیکن لمبے عرصہ کے لئے قادیان کو نہیں چھوڑ سکتا بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ اگر خدانخواستہ کوئی ایسا وقت آجائے کہ دوسرے لوگ قادیان چھوڑ کر چلے جائیں تو بھی میں قادیان کو نہیں چھوڑوں گا۔ خواہ کتنے ہی خطرناک حالات سے مجھے دوچار ہونا پڑے۔

اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کا بھی آپ کو بہت جوش تھا۔ اور تبلیغ میں آپ بڑے دلیر اور نڈر تھے۔ اور کسی بڑے سے بڑے آدمی کے سامنے احمدیت کو پیش کرنے سے نہیں گھبراتے تھے۔ نارووال میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے جو افراد آپ کے زیر تبلیغ تھے وہ آپ کے زہد و اتقاء کی وجہ سے وہ لوگ بھی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔

غیر احمدیوں سے تو آپ فرمایا کرتے تھے۔ میں تو اب تمہارے لئے ڈائنامیٹ تیار کر رہا ہوں اور اپنے تینوں لڑکوں کو مولوی فاضل کرا رہا ہوں تاکہ تمہارے علماء کا کما حقہ مقابلہ کر سکیں۔

آپ کی والدہ یعنی ہماری دادی احمدیت کی سخت مخالف تھیں۔ وہ پڑھی لکھی نہ تھیں لیکن غیر احمدی علماء کی باتوں کو سننے کی بناء پر حضرت مسیح موعودؑ سے بغض و عناد رکھتی تھیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ دادی مرحومہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میں زندگی بھر آپ کی ہر طرح خدمت کروں گا۔ لیکن اگر آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے بغیر فوت ہو گئیں تو میں آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ اس خیال سے کہ دادی صاحبہ پر قادیان کے ماحول کا اثر پڑے آپ انہیں ایک دفعہ قادیان لے آئے۔ ۱۹۳۲ء کا زمانہ تھا۔ اور ہم اس وقت قادیان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ قادیان میں انہوں نے دو ہفتہ تک قیام کیا۔ والد صاحب بھی ان کے ہمراہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ ان کی بہت خدمت کرتے تھے۔ دادی صاحبہ کو حقہ کی عادت تھی۔ باوجودیکہ آپ حقہ نہیں پیتے تھے لیکن دادی صاحبہ کو خود حقہ بھر کر دیتے تھے۔ چنانچہ قادیان کے ماحول کا کافی اچھا اثر لے کر آپ واپس ہوئیں اور قادیان سے واپس جا کر انہوں نے بیعت بھی کر لی۔ بیعت کے کچھ عرصہ بعد آپ وفات پا گئیں۔ جب دادی مرحومہ کی وفات ہوئی۔ تو بہت سے غیر احمدی لوگ اس خیال سے کہ یہ غیر احمدی تھیں ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے آ گئے۔ والد صاحب مرحوم نے ان آنے والے احباب سے فرمایا کہ تم نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہو تو بے شک پڑھو لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میری والدہ احمدی ہو گئی تھیں۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے ساتھ ان کی نماز جنازہ ادا کروں گا۔ اور اپنے ہاتھوں سے ان کو دفن کروں گا۔ چنانچہ وہ سب لوگ اپنا سا منہ لے کر واپس ہو گئے۔

والد صاحب مرحوم میں بعض اوصاف اور خوبیاں ایسی تھیں کہ جن پر آپ آخر تک عامل رہے۔ ان اوصاف میں سے اہم حسب ذیل ہیں:-

۱- نماز باجماعت اور تہجد کی نمازیں باقاعدگی۔
۲- تلاوت قرآن مجید
۳- خدا تعالیٰ پر توکل اور دعاؤں پر یقین۔
۴- مہمان نوازی۔

نماز باجماعت کے تو آپ اس قدر پابند تھے کہ حتی الوسع کوئی نماز بغیر جماعت کے ادا نہیں فرماتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے مسجد میں جانا ممکن نہیں ہوتا تھا تو گھر میں سب افراد کو ہمراہ لے کر نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔ اور نماز تہجد تو آپ ہم سب بچوں کو ساتھ لے کر پڑھا کرتے تھے۔

ہمیں اپنے بچپن کا وہ زمانہ یاد ہے جبکہ میں تیسری جماعت میں تھا اور مسجد احمدیہ نارووال ہمارے مکان سے قریباً ۴-۵ فرلانگ کے فاصلہ پر تھی لیکن آپ کا دستور تھا کہ مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں ہمیں باقاعدہ ہمراہ لے کر جاتے تھے۔ اور جب کبھی آپ سفر پر تشریف لے جاتے تھے تو ہمیں تاکید کر کے جاتے تھے کہ نماز کے لئے مسجد میں ضرور جانا ہے۔

باجماعت نماز کی ادائیگی پر آپ آخری عمر تک کاربند تھے۔ آخر میں نظر کافی کمزور ہو چکی تھی۔ اور صحت بھی اچھی نہیں تھی لیکن پھر بھی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔

قرآن پاک کی تلاوت تو گویا آپ کی روحانی غذا تھی۔ آپ کا دستور تھا کہ صبح کی نماز کے بعد گھر میں تشریف لاتے اور کم سے کم دو پارے باقاعدگی کے ساتھ تلاوت فرماتے۔ ہم سب کو اپنے ساتھ بٹھاتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرواتے۔ ابتداءً ہم تینوں بھائیوں کو قرآن مجید آپ نے خود ہی پڑھایا ۱۹۲۹ء میں جب ہمارا داخلہ مدرسہ احمدیہ میں ہونے لگا۔ تو میں نارووال سے پانچویں جماعت پاس کر کے آیا تھا اور صرف اس وجہ سے میرا اور میرے بھائی مولوی نذیر احمد صاحب کا داخلہ مدرسہ احمدیہ کی دوسری جماعت میں ہو گیا کہ ہم قرآن مجید ناظرہ مکمل پڑھ چکے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی سورہ بقرہ ترجمہ کے ساتھ ختم کر چکے تھے۔

صبح کی نماز کے علاوہ ظہر کی نماز کے بعد بھی آپ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ عصر کی نماز تک تلاوت فرماتے تھے اور پھر عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنا کوئی دوسرا کام کرتے۔ اگر آپ کو عصر کی نماز کے بعد کوئی کام نہ ہوتا تو عصر کے بعد بھی قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ یہ دستور آپ کا سفر اور حضر میں جاری رہتا۔ سفر میں اگر آپ کسی غیر مسلم کے ہاں مقیم ہوتے۔ تو وہاں پر بھی قرآن مجید کی تلاوت باقاعدگی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ جس کا غیر مسلم لوگوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا۔ قرآن مجید کی تلاوت آپ ایسے ہی نہیں کرتے تھے۔ کہ اس کے مطالب و معانی سے آپ ناواقف ہوتے تھے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے آپ قرآن مجید کے مطالب کو بھی خوب سمجھتے تھے۔ اور تبلیغ کے موقع پر بہت ہی عمدہ رنگ میں اسے پیش فرماتے تھے۔ قرآن مجید کا بہت سا حصہ آپ کو زبانی یاد تھا۔ اور تبلیغی گفتگو میں بے شمار آیات پیش کیا کرتے تھے

آخر میں جب آپ کی آنکھوں میں موتیا اتر آیا تو مجھ سے ایک دفعہ فرمایا کہ اب میں قرآن دیکھ کر نہیں پڑھ سکتا اس لئے قرآن کا جو حصہ مجھے یاد ہے اس کی میں تلاوت کرتا رہتا ہوں۔

خدا تعالیٰ پر توکل اور دعاؤں پر یقین سے تو آپ کی زندگی بھری ہوئی ہے۔ ہم نے جب سے آنکھ کھولی آپ کو دعائیں کرتے دیکھا اور ہر معاملہ میں آپ کو بے حد متوکل پایا۔ صرف ایک واقعہ عرض کر دیتا ہوں۔

جن دنوں آپ سنگر سیونگ مشین کمپنی میں ملازم تھے تو آپ ہر ہفتہ کو حساب وغیرہ کرنے کے لئے سیالکوٹ تشریف لے جایا کرتے تھے ایک ہفتہ میں جو آمد ہوتی تھی وہ بھی ہمراہ لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ جب آپ اسی غرض سے صبح کی ٹرین سے سیالکوٹ تشریف لے جا رہے تھے۔ اور اسٹیشن پر ٹکٹ خرید رہے تھے تو کسی گرہ کٹ نے آپ کی جیب پر ہاتھ صاف کر دیا۔ اور اڑھائی تین صد روپیہ جو آپ ہمراہ لے جا رہے تھے وہ لے لیا۔ اس حادثہ کے بعد آپ نے سفر کو ملتوی کر دیا اور واپس گھر تشریف لے آئے اور حسب دستور قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد والدہ صاحبہ سے حادثہ کا ذکر کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔ ضرور اس میں کوئی نہ کوئی حکمت تھی۔ کہ یہ روپے جاتے رہے۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ لینے والے نے تو صرف ہمارا اڑھائی تین صد روپیہ لیا ہے لیکن ہمارا آقا ہمیں بہت زیادہ دے گا اور وہ شخص جس نے یہ کام کیا ہے اس کے پاس صرف [illegible] رہے گی۔ چنانچہ ہم نے خود دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر ضرورت کو پورا کرتا رہا۔ اور ہم نے کبھی کسی تنگی کے وقت میں بھی آپ کو سوائے خدا کے کسی اور پر بھروسہ کرتے نہیں دیکھا۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

مہمان نوازی کے وصف سے بھی آپ

متصف تھے۔ اور بالخصوص نارووال کے قیام کے دوران ہم نے دیکھا کہ آپ مہمانوں کی آمد کو ایک نعمتِ غیر مترقبہ خیال کرتے تھے۔

جس سال حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سیالکوٹ کے جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور رات کی ٹرین سے نارووال پہنچے اور رات وہیں قیام فرمایا۔ یہ اس جلسے کا ذکر ہے۔ جب احرار کی طرف سے سیالکوٹ کے جلسہ پر اینٹوں اور پتھروں کی بارش ہوئی تھی۔ نارووال میں جماعت نے حضور کے قیام کے لئے ڈاک بنگلہ میں انتظام کیا ہوا تھا۔ حضور کے ساتھ کافی تعداد میں علماء کرام اور خدام تھے۔ اگرچہ قیام و طعام کا انتظام جماعت کی طرف سے تھا۔ لیکن محترم والد صاحب نے حضور کے لئے اور حضور کے ہمراہ آنیوالے احباب کے لئے ایک وقت کھانے کا انتظام کیا۔ احباب جماعت نے اصرار کیا کہ آپ نے جو خرچ کھانے پر کیا ہے وہ جماعت سے حاصل کر لیں لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی محبت کے پیشِ نظر حضور کی دعوت کی ہے آپ لوگ میرے اس ثواب کو کیوں ضائع کرنا چاہتے ہیں۔

مرکز سے آمدہ احباب و علمائے کرام کی مہمان نوازی کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں۔

سیالکوٹ شہر اور ضلع سیالکوٹ کے احباب جو جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے قادیان آتے وہ عام طور پر نارووال ہو کر براستہ ڈیرہ بابا نانک آیا کرتے تھے۔ جن ایام کا میں ذکر کر رہا ہوں ان دنوں ابھی دریائے راوی پر وہ پل تیار نہیں ہوا تھا۔ جو جسڑ اور ڈیرہ بابا نانک کے درمیان ہے۔ (یہ پل غالباً ۱۹۲۹ء میں مکمل ہوا تھا) اس لئے احباب نارووال قیام کر کے صبح کو ڈیرہ بابا نانک کا سفر کرتے۔

والد صاحب کا یہ دستور تھا کہ جس قدر بھی دوست قادیان جانے والے آپ کو ملتے ان کو کھانا کھلا کر روانہ فرماتے اور اس چیز کا غیر احمدیوں پر بہت زیادہ اثر تھا۔ چونکہ آپ کی آمد کم تھی۔ اور اس کے بالمقابل آپ کا خرچہ مہمان نوازی وغیرہ پر زیادہ ہوا کرتا تھا۔ اس لئے لوگوں کا خیال تھا کہ محترم والد صاحب کو کوئی غیبی امداد ملتی ہے۔ چنانچہ مجھے خوب یاد ہے کہ کئی غیر احمدی دوست آپ کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا کرتے تھے کہ مدنی صاحب تو مصلّٰی کے نیچے سے روپے نکالتے ہیں۔ اور دراصل آپ کی زندگی ایسی متوکلانہ تھی کہ یہی محسوس ہوتا تھا کہ کوئی غیبی ہاتھ آپ کی خاص طور پر مدد کر رہا ہے۔

آپ سے میری آخری ملاقات

مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۶۱ء کو قادیان میں ہوئی جبکہ خاکسار ایک سلسلہ کے کام کی وجہ سے قادیان گیا ہوا تھا۔ یہ محسوس ہوتا تھا کہ انہیں یہ یقین تھا کہ ان کی زندگی کا وقت اب کم رہ گیا ہے۔ چنانچہ عصر کی نماز کے بعد مجھے مسجد مبارک پر اپنے پاس بلایا۔ اور بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ دوران گفتگو میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ کیونکہ مجھے کئی ایک عوارض لاحق ہو چکے ہیں۔ اور جلد ہی مجھے خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔ میں نے جہاں تک ہو سکا اپنا فرض ادا کر دیا۔ میری بڑی خواہش تھی کہ تم سلسلہ کے خادم بنو۔ سو مجھے خوشی ہے کہ تم لوگ سلسلہ کی خدمت کر رہے ہو۔ میرے بعد بھی تم احمدیت اور خلافت سے وابستہ رہنا۔ اور اس کے بعد مجھے اپنے دونوں بازوؤں میں لیتے ہوئے نہایت ہی محبت بھرے انداز اور رقت آمیز لہجے میں ان الفاظ میں الوداع کہا۔ اچھا جاؤ۔ خدا حافظ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔

آپ کی وفات سے ہم ان دعاؤں سے یقیناً محروم ہو گئے ہیں۔ جو آپ ہم سب کے لئے شب و روز مانگا کرتے تھے۔ ناظرین سے التماس ہے کہ وہ آپ کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے دعا فرمائیں۔ نیز یہ کہ ان کی خواہش کے مطابق مولا کریم ہم کو اسلام اور احمدیت کی خدمت کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

راقم آثم خاکسار
بشیر احمد انچارج مبلغ احمدیہ مسلم مشن
کلکتہ

درخواستہائے دعا

گذشتہ مرتبہ ہرنیا اپریشن کے بارہ میں بزرگانِ سلسلہ کی خدمت میں دعا کی تحریک کی گئی تھی۔ ان سبھوں کا مرہون منت ہوں۔ اب میرے داہنے مونڈھے میں سخت درد محسوس ہے اور [illegible] کی شکایت ہے نیز میری اہلیہ کئی دنوں سے کھانسی وغیرہ شکایتوں کی وجہ سے زیر علاج ہیں۔ شفاء کاملہ کے واسطے بزرگانِ سلسلہ صحابیوں اور درویشوں کی خدمت میں عاجزانہ درخواست ہے۔ طالبِ دعا مستری فضل الرحمن عفا عنہ نائب امیر پادشاہل اڑیسہ

ادائیگی چندہ جلسہ سالانہ

مالی سال کے ابتداء میں ضروری ہے

جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ احمدیت کے قیام کی اغراض کو پورا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس مقدس اجتماع کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے ایک خاص چندہ جاری ہے جس کا نام "چندہ جلسہ سالانہ" ہے۔ اس چندہ کی شرح ہر احمدی دوست کی سالانہ آمد کا $\frac{1}{120}$ حصہ ہے یا ایک ماہ کی اوسط آمد کا $\frac{1}{10}$ حصہ بطور لازمی چندہ مقرر ہے۔ بعض دوست اس چندہ کی ادائیگی کو التوا میں ڈالتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو جلسہ سالانہ سے قبل یہ چندہ وصول ہوتا ہے۔ اور پھر مالی سال کے آخر تک پوری ادائیگی نہ ہو سکنے کی وجہ سے بقایا رہ جاتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ جملہ احباب جماعت اور عہدیداران شروع مالی سال سے ہی اس چندہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دیں تاکہ اس چندہ کی وصولی جلسہ سالانہ سے قبل ہو سکے۔ اسبارے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:-

"چندہ جلسہ سالانہ شروع سال میں ہی ادا کرنا چاہئے تاکہ جلسہ سالانہ کے لئے اجناس و دیگر سامان بروقت خریدا جاسکے۔"

اگر احباب جماعت حضور کے مندرجہ بالا ارشاد کے مطابق شروع مالی سال میں چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی کی طرف توجہ فرما دیں تو اس سے بروقت اور اکٹھی اجناس خریدی جاسکتی ہیں۔ اور اخراجات میں کفایت اور انتظام میں سہولت ہو سکتی ہے۔

امید ہے کہ تمام دوست اس کار خیر میں تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

اعلانِ نکاح و تقریب رخصتانہ

(۱) رانچی ۳ جون بعد نماز مغرب خان بہادر سید محی الدین احمد صاحب کی صاحبزادی محترمہ پروین بیگم صاحبہ کا نکاح بعوض پانچ ہزار روپیہ مہر محترم سید محمد داؤد صاحب مائننگ انجینیئر (Mining Engineer) ابن محترم سید محمد یوسف صاحب (ریٹائرڈ ڈپٹی ایگریکلچر) کے ساتھ ہوا۔ خطبہ نکاح خاکسار نے پڑھا۔

اس موقع پر خان بہادر صاحب موصوف کی طرف سے پانچصد معززین شہر اور غرباء کو دعوتِ طعام دی گئی تھی۔ چنانچہ اعلان نکاح کے بعد حاضرین کرام کو کھانا کھلایا گیا۔ ۴ جون صبح کے ناشتہ کے بعد اجتماعی دعا کے ساتھ رخصتانہ بخیر و خوبی عمل میں آیا۔ بزرگان سلسلہ و درویشان قادیان دارالامان و احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ اور جانبین کے لئے بابرکت بنائے۔ آمین۔

برات احمدیہ بلڈنگس بھاگلپور کے معززین پر مشتمل تھی جس میں محترم ڈپٹی سید محمد ایوب صاحب و محترم سید محمد یوسف صاحب ریٹائرڈ ایگریکلچر آفیسر و محترم ڈاکٹر محمد یونس صاحب ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس صدر جماعت احمدیہ بھاگلپور و محترم مارو غہ احمد رضا خان صاحب اور سید مسعود عالم صاحب بی ۔ اے اور بعض دیگر معززین و مستورات نے شرکت فرمائی۔ محترم سید محمد داؤد صاحب محترم ڈاکٹر محمد یونس صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس مبارک تقریب کی خوشی کے موقعہ پر مندرجہ ذیل مدات میں چندہ دیا۔ تعمیر مساجد ممالک بیرون -/۵ ۔ نشر و اشاعت -/۵ اعانت بدر -/۵ ۔

جزاہم اللہ احسن الجزاء

خاکسار عبدالحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ رانچی

(۲) مورخہ ۱۲ رجون ۱۹۶۱ء میرے لڑکے محمد عارف الدین کا نکاح عزیزہ نذیرہ بیگم بنت شیخ احمد صاحب احمدی آف دوملتان کے ساتھ بعوض مبلغ -/۵۰۰ روپے مہر پر پڑھا گیا۔ احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جانبین کے لئے یہ رشتہ مبارک فرمائے۔

اس خوشی میں تعمیر مساجد بیرون کی مد میں مبلغ -/۵ روپے ارسال کئے جا رہے ہیں۔

محمد بشیر الدین احمدی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ پرائمری سکول دیوپگڑ کندھمال

خبریں

چنڈی گڑھ ۱۶ر جون - پنجاب سرکار نے صوبہ بھر میں اینٹوں کی تقسیم اور قیمتوں پر فوری کنٹرول عائد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس مطلب کے لئے کوالٹی کے لحاظ سے اینٹوں کو مختلف اقسام میں بانٹا گیا ہے اور ان کے الگ الگ نرخ ہوں گے۔ باخبر حلقوں کی اطلاع کے مطابق نیا نرخ موجودہ قیمتوں سے تقریباً ایک دو روپیہ فی ہزار زیادہ ہے پریس ٹرسٹ آف انڈیا کی اطلاع ہے۔ کہ پنجاب کے وزیر صنعت اور سپلائی شری موہن لال نے آج اعلان کیا کہ پنجاب سرکار نے صوبہ کے تین ہزار بھٹوں میں تیار ہونے والی اینٹوں کی تقسیم پر کنٹرول عاید کر دیا ہے اینٹوں کی قیمتوں کی بھی تاعلان بندی کر دی گئی ہے۔ آپ نے کہا کہ لوگوں کی طرف سے اس مطلب کی متعدد شکایات موصول ہوئی تھیں کہ اینٹوں کے مالک لوگوں سے اینٹوں کی بہت زیادہ قیمت چارج کرتے ہیں اس امر کی بھی شکایات ہیں کہ بھٹے اولوں نے اینٹوں کے مقررہ نرخ یعنی ۲۷ ر ۲۸ روپیہ فی ہزار کے نرخ سے پانچ سے لیکر گیارہ روپیہ تک زیادہ چارج کئے۔

گورداسپور ( ) جون کے سی ڈپٹی کمشنر نے اینٹوں کی بلیک کو روکنے کے لئے کچھ فیصلے کئے ہیں۔ اب ضلع میں اینٹیں لینے والے لوگوں کو ایس۔ ڈی۔ او سول سے پرمٹ لینا ہوگا - بغیر پرمٹ لینے والے کوئی اینٹ فروخت نہ کر سکیں گے۔ ضلع کے تمام بھٹوں کی اینٹوں کی گنتی بھی ہوا کرے گی۔

برلن ۱۶ر جون - ایٹمی تجربات پر پابندی کے سلسلہ میں کمیونسٹ اور مغربی ممالک کے درمیان جنیوا میں آجکل جو کانفرنس ہو رہی ہے اس میں روسی وفد کے لیڈر مسٹر سرائپ کین نے ایک انٹرویو میں اعلان کیا ہے کہ اگر امریکہ نے ایٹمی ہتھیاروں کے تجربات پھر سے شروع کئے تو روس یہ بات چیت ختم کر دے گا۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کر کے اپنے اموال کو پاک کریں

گنی سے غانا تک

(بقیہ صفحہ ۸)

اسلام کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ جعلت لی الارض کلها مسجدا نے نماز مسلمانوں کے لئے کتنی آسانی پیدا کر دی کہ اگر تمہارے پاس مسجد بنانے کی طاقت نہیں تو نہ سہی تمام زمین تمہارے لئے مسجد ہے۔ جہاں میسر آئے وہاں نماز پڑھ لو۔ اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد و بارک وسلم

کہا جاتا ہے کہ فرانسیسی حکومت شہر میں مسجد بنانے میں رکاوٹ پیدا کرتی تھی اب موجودہ حکومت نئی مساجد کی تعمیر کے بارہ میں سوچ رہی ہے واللہ اعلم۔

آخر میں احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان ممالک میں جو نئے نئے آزاد ہو رہے ہیں۔ اور احمدیت کی رستگاری کا موجب ہوگا کی پیشگوئی کے ماتحت حضرت مصلح موعود کے زمانہ میں بڑی سرعت سے آزاد ہو رہے ہیں دجال اب اپنے ہاتھ پاؤں سکیڑ رہا ہے لیکن افسوس ہم مسیح محمدی کے شاگرد ابھی تک ان سب ملکوں میں پھیل کر اس حقیقت کو لوگوں پر واضح کرنے کے قابل نہ ہو سکے کہ مسیح آگیا۔ کیا جماعت کے لئے لمحہ فکریہ نہیں ؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ نوجوان ہزاروں کی تعداد میں زندگیاں وقف کریں اور تمام ملکوں میں پھیل جائیں۔ اور اس حقیقت کو آشکار کر دیں۔ ابھی ابھی تو لوگ ہم سے سنتے ہیں کہ مسیح آگیا تو وہ حیران ہوتے ہیں اور جب وہ یہ سنتے ہیں کہ وہ آکر چلا بھی گیا تو ان کی حیرانی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ بے شک ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ عقائد اور روحانی لحاظ سے غلبہ ہو گیا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے ہماری ذمہ داریاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ ہمارے بوڑھے اور ہمارے جوان ہماری عورتیں اور ہمارے مرد سوچیں اور غور کریں کہ ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو کہاں تک ادا کیا۔ احمدی نوجوان ہزاروں کی تعداد میں آگے آئیں اور زندگیاں وقف کریں اور اس جذبہ سے کریں کہ

ہم سپاہی ہیں قوت اسلام کچھ بھی ہو

جا پہنچیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں

مجالس خدام الاحمدیہ ہندوستان اور چندہ تحریک جدید دفتر دوم

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے دفتر دوم کے وعدہ جات اور وصولی کی تمام تر ذمہ داری خدام الاحمدیہ کے ذمہ لگائی ہوئی ہے۔ دفتر ہذا میں چندہ تحریک جدید کے جو اعداد و شمار ہیں ان سے ظاہر ہے کہ دفتر دوم کے مجاہدین باوجود اپنی تعداد دفتر اول سے کہیں زیادہ ہونے کے دفتر اول کے مجاہدین کے وعدہ جات کے معیار تک نہیں پہنچ سکے۔ چہ جائیکہ وہ اپنا بوجھ خود برداشت کر کے دوسروں کیلئے سہارا بنتے ہیں۔

پس میں تمام مجالس خدام الاحمدیہ کے قائدین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے مقامی طور پر اپنی اپنی مجلس اور جماعت کے چندہ جات تحریک جدید کا جائزہ لیں اور اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ دفتر دوم کے سولہ سال گذر چکے ہیں اور سترہویں سال کے بھی کچھ ماہ گذر چکے ہیں۔ انیس سالہ دور میں سے صرف دو سال باقی ہیں۔ اس دور کے خاتمہ پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ یادگاری کتاب شائع ہوگی۔ اور غفلت سے کام لینے والے کف افسوس ملتے رہ جائیں گے۔ پس کاش ہم وقت پر فائدہ اٹھاتے اور آئندہ آنے والی نسلوں میں اپنی قربانی کی یادگار قائم کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وکیل المال تحریک جدید قادیان

اخوت اسلامی کے بیان افروز نظارے (بقیہ صفحہ اول)

سب سے بڑے سلطان عالم الحاج عثمان داؤد انجاسے رعاان (؟) جو عربی زبان کے ماہر، انگریزی کے فاضل اور اپنی زبان کے ادیب اور نہایت صالح اور متقی اور صوفی منش ہیں بیعت کر کے داخل سلسلہ احمدیہ ہو گئے۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔ یہ یہاں کے گذشتہ سرکاری طور پر مقرر کردہ چیف امام باتھرسٹ کے فرزند اور مجھ سے قد میں قریباً ایک ڈیڑھ فٹ اونچے ہیں۔ ان کی عمر بہتر سال کی ہے۔ اور یہاں بڑھاپے کا انحطاط اسی نوے سال کے بعد شروع ہوتا ہے۔

احباب ان کے لئے اور دیگر تمام مبلغین و مجاہدین کو بیش از بیش خدمات کی توفیق ملنے اور ان کی اور انکے اہل و عیال کی خیر و عافیت کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

ہندوستانی شہری حقوق کی تفویض

گورداسپور ۱۶ر جون سنہ ۱۹۶۱ء آج مورخہ ۱۶/۶/۶۱ کو جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گورداسپور نے مندرجہ ذیل احمدی مستورات اور بچوں کو ہندوستان کے حقوق شہریت کے سرٹیفکیٹ عطا فرمائے ہیں۔ یہ عورتیں اور بچے گذشتہ کئی سال سے قادیان میں اپنے والدین کے پاس مقیم تھے۔

	سرٹیفکیٹ نمبر
۱- امۃ الحفیظ دختر چوہدری غلام ربانی صاحب	۴۴
۲- امۃ العزیز " " " "	۴۵
۳- امۃ الرشید " " " "	۴۶
۴- امۃ المجید " " " "	۴۷
۵- امۃ الرشید دختر محمد یکبداسیر احمد صاحب	۵۰

ناظر امور عامہ قادیان

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ جون سنہ ۶۱ء میں ختم ہے

۱۲۲۷ - مکرمی سید ناصر حسین صاحب ادرین
۱۰۸۲ - " بابو عبد الرزاق صاحب گونڈہ
۱۹۸۴ - " شیخ محمد انعام الحق صاحب حیدرآباد
۱۰۱۰ - " محمد رفیق صاحب مدراس
۱۷۴۷ - " ایم مختار احمد صاحب آیاز ڈانگانیکا
۱۹۱۶ - " ایم رمضان خان صاحب مسلم مشنری نائیجیریا
۱۸۶۹ - مکرمہ طاہرہ صاحبہ باری پدا
۱۹۸۴ - مکرمی جمیل احمد صاحب بلہر
۱۷۳۷ - " سید کمال الدین صاحب پٹنہ
۱۶۸۵ - " محمد حنیف صاحب سہارنپور
۲۰۳۳ - " عبد الغنی صاحب ادھونی
۲۰۶۹ - مکرمی عبد المجید صاحب عثمان آباد
۱۱۲۹ - " محمد نعیم صاحب باسدیو پور
۱۹۱۸ - " سید غلام ابراہیم صاحب کنڈہ پارہ
۱۹۳۸ - ایم محمد ابوالوفا صاحب مبلغ کالیکٹ